الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری رحمۃ اللہ علیہ
1973March
ماہنامہ
انوار الصوفیہ
قصور
مدیر اعلیٰ
غلام رسول گوہر
مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور ضلع لاہور
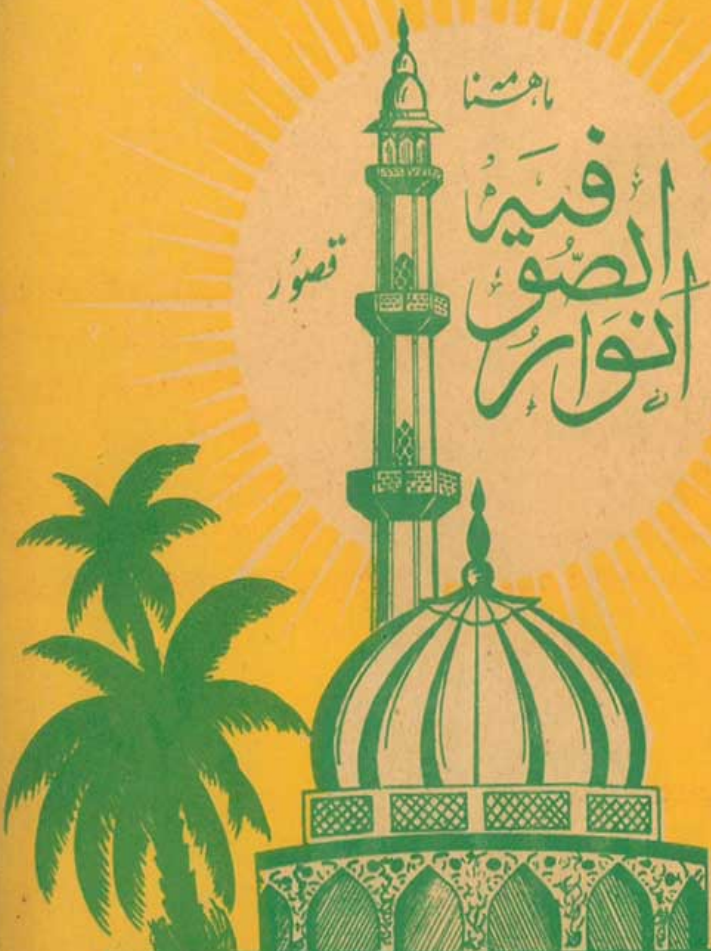
بسرپرستی مولانا الحاج پیر سید نور حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم

بنظرِ عنایت

حضرت مولانا الحاج پیر سید محمد حسین شاہ صاحب علیہ الرحمتہ

بظلِ عاطفت

حضرت مولانا الحاج پیر سید حیدر حسین شاہ صاحب علی پوری

ماہنامہ

انوار الصوفیہ

قصور

جلد (۱۱) بابت ماہ مارچ ۱۹۷۳ء مطابق صفر المظفر ۱۳۹۳ھ شمارہ (۴)

ایڈیٹر

غلام رسول گوہر

مدیر معاون: مولانا عبدالعزیز نقشبندی مرتضائی

بدل اشتراک

سالانہ چندہ	۶ روپے
معاونین سے	۱۵ روپے
سرپرست حضرات سے	۳۰ روپے

مقام اشاعت: کوٹ عثمان خاں قصور

پبلشر: غلام رسول گوہر

مطبع: لاہور آرٹ پریس لاہور

فہرست مندرجات

سرخ نشان ○

اگر اس دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا چندہ اس ماہ ختم ہو گیا ہے لہذا آپ فوراً مبلغ چھ روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کیجئے۔

اگر خریداری مطلوب نہیں تو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دیجئے بصورت دیگر آئندہ رسالہ بصورت وی پی ارسال خدمت ہوگا۔

گوہر

انوار الصوفیہ رسائل پیر سید جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری
نے انجمن خدام الصوفیہ کے زیر اہتمام 1905 کو شروع کروایا تھا
رسالہ انوار الصوفیہ کی 68 جلدیں مہیا کرنے پر
میں جناب محمد محمود صاحب کو مشکور ہوں
جن کی لسٹ مندرجہ بالا ہے (بختیار حسین جماعتی)

محمد محمود معزوی جماعتی
خلیفہ مجاز شیخ معزالدین خالصی جماعتی
خلیفہ مجاز سائیں محمد حنیف لال بادشاہ مری

1	1960 October	21	1972 May	41	1971 Janu Feb
2	1961 July	22	1972 December	42	1973 Agust
3	1961 December	23	1973 March	43	1973 Aril
4	1962 Feb	24	1973 March	44	1974 Agust September
5	1962 May	25	1973 December	45	1975 December
6	1962 October	26	1975 March	46	1976 March April
7	1963 January	27	1978 Feb	47	1979 June july
8	1963 June	28	1980 July	48	1980 Dec 1981 Janu
9	1963 September	29	1981 July	49	1980 October NOvember
10	1964 Feb	30	1982 Feb	50	1981 Jantaree
11	1964 March	31	1982 July	51	1982 1983 Dec Jan
12	1965 January	32	1984 April	52	1982 March April
13	1965 May	33	1959 Agust Rizwan	53	1982 May June
14	1965 July	34	1965 March Hanfi	54	1983 Feb March
15	1966 June	35	1967 April May	55	1983 May June
16	1969 Feb	36	1968 October November	56	1983 Nov Decemb
17	1969 December	37	1969 agust	57	1984 Jan Feb
18	1970 December	38	1969 March April	58	1984 October Jantare
19	1971 Feb	39	1970 May June	59	Aaena Khalq e Muhamadi
20	1971 November	40	1971 Agust	60	Majmua Hazar Masla

انجم وزیرآبادی

نعت شریف

دلِ بے قرار و مضطر بہلا نہ دو جہاں سے
تسکیں ملی ہے اس کو ترے سنگِ آستاں سے

لے آئی آج قسمت درِ مصطفیٰ پہ مجھ کو
ہمدوش ایک ذرہ ہوا آج آسماں سے

اک مژدۂ شفاعت تسکینِ قلب و جاں ہے
سب کچھ ملا ہے مجھ کو درِ شاہِ دو جہاں سے

خلدِ بریں کے جھونکے مہکا رہے ہیں دل کو
آئی ہیں یہ ہوائیں بطحا کے بوستاں سے

اک بار پھر بلا لو، درِ پاک پر خدا را
ترے غم میں دیکھ شاہا کوئی جا رہا ہے جاں سے

یہی بندگی کا حاصل، یہی زندگی کا حاصل
کہ لپٹ کے جان دے دوں ترے سنگِ آستاں سے

رحمت کی اک نظر ہو اے رحمتِ مجسم
ہم تو بچھڑ گئے ہیں اپنے ہی کارواں سے

مہ و مہر سارے انجم رُخِ مصطفیٰ سے چمکے
مہکے ہیں پھول سارے بطحا کے گلستاں سے

اسلام کا نظامِ حکومت

ظہور اسلام سے قبل دنیا میں سلاطین پرستی و ملوکیت نوازی کا جو طوفان برپا تھا۔ اس کی تفصیل محتاج تشریح نہیں۔ مختصراً یہ کہ ہر قوم غلامی کے عذاب الیم میں مبتلا تھی۔ فرماں روایانِ ملک، امرائے شہر، رؤسائے قبائل اپنے اپنے حلقہ فرماں روائی میں اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ تھے۔ اقوام امم کی زندگی کا اہم ترین مقصد اور فرض صرف اس قدر تھا کہ وہ اپنے بادشاہوں، تاجداروں کی نفسانی خواہشات اور مرضیات کی اتباع کریں۔ یہ خیال عام طور پر ذہن نشین ہو گیا تھا کہ بادشاہ و سلطان ہر نقص و عیب سے مبرا اور ہر تقدیس سے متصف ہوتا ہے اور اس کا مرتبہ مرتبۂ انسانی سے بہر نوع بالاتر ہے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کو سایۂ خدا خلد اللہ کے لقب سے پکارتے تھے۔ اس زمانے کے آئین و قوانین کے مطابق سلاطین و ملوک کے سامنے بیٹھنا ممنوع، ان کا نام لینا سوء ادبی اور ان کی مرضی کے خلاف ایک لفظ بھی گناہ عظیم تھا۔ اور موجب قتل، وہ مالک تھے، مختار تھے آقا تھے۔ غرضیکہ سب کچھ تھا۔ مصر کا فرعون، فارس کا کسریٰ، روم کا قیصر، روما کا پوپ اور چین کا سلطان یہ سب اگر خدا نہیں تو نائب خدا ضرور سمجھے جاتے تھے اور ان کے آستانے سجدہ گاہ خاص و عام بنے ہوئے تھے۔

جب دنیا میں اس قدر خوفناک تاریکی پھیل چکی تھی تو غیرت حق کو حرکت ہوئی۔ اور اس نے چھٹی صدی کے وسط میں ایک داعی حق کو مبعوث کیا جو کسی خاص قبیلہ و خاندان کے لئے نہیں بلکہ سلطان عالم، شہنشاہ زمانہ بشکل انسانی پیکر نورانی بنام محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس خاکدان عالم کو نواز کر اپنی معجزانہ طاقت سے قیصر و کسریٰ کے تخت الٹ دیئے۔ ملوک و سلاطین کے ایوانوں کی بنیادیں ہلا دیں۔ اور ان کو مرتبۂ قدسیت و معصومیت سے گرا کر سطح انسانی پر قائم کیا اور مساوات حقوق، حریت خیال اور رائے کی حقیقت ظاہر کی اور خدا کا حکم سنایا۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ (حکم صرف اللہ ہی کا ہے)۔ اس اعلان کے ساتھ ہی دنیا میں ایک انقلاب عظیم پیدا ہوا اور حکومت اور غلامی کی لعنت ایک حد تک پائمال ہو گئی۔ انسانی جباریت و الوہیت کے بت سرنگوں ہو کر گر پڑے اور شہنشاہوں کی شخصیت پرستی کا طلسم ٹوٹ گیا۔ داعیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شخصی حکومت اور ذاتی امتیاز کو قطعاً ٹھکرا دیا اور حاکم و محکوم سلطان و رعایا کو معاشی زندگی میں مساویانہ مرتبہ عطا فرمایا۔

افسوس ہے کہ مسلمان آج ان گزرے ہوئے واقعات کو ایک فرسودہ کہانی سمجھ کر ایسے فریب میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ اس نے اپنی ناعاقبت اندیشی کی مثال نہ چھوڑی، حالانکہ اس کی تباہی و بربادی کی اہم ترین وجہ یہی ہے۔

اسلام کی واضح ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ دنیاداری اور دین داری دونوں کا کفیل ہے۔ اس نے اپنے متبعین کو رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً کا سبق پڑھایا ہے۔ وہ اگر ایک طرف عبادت وریاضت مجاہدہ اور ذکر وشغل کے طریقے بتلاتا ہے تو دوسری طرف حکومت دنیویہ کے متعلق بھی بہترین ہدایتیں اور قانون پیش کرتا ہے۔ اسلام نے ملک کے نظم و نسق کے لئے جمہوریت اور نظام شوریٰ قرار دیا ہے اور وہ شخصی حکومت کا قاطع ہے۔ جو لوگ اسلام کو شخصی حکومت کا حامی بتلاتے ہیں وہ یقیناً اسلامی تعلیمات سے بدرجہ غایت ناواقف و بے خبر ہیں۔ نصوص قطعیہ سے یہ حقیقت ثابت ہے کہ اسلام میں حکومت جمہور کی متحدہ طاقت کا نام ہے۔ اسلام کی نظر میں تمام ملک مراتب و حقوق کے اعتبار سے مساوی ہیں۔ وہ آقا و غلام معزز و حقیر اور امیر و غریب سب کو مساوی المرتبہ قرار دیتا ہے، وہ حکومت کو کسی خاص شخص کی ذاتی ملک یا خاندانی وراثت نہیں بتلاتا۔ چنانچہ قرآن عزیز خود ارشاد فرماتا ہے۔

وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ

اس آیت میں حکومت کے لئے شورۂ عام کا حکم دیا گیا ہے جس سے یہ بات صاف صاف ثابت ہوتی ہے کہ حکومت اسلامیہ کسی کی ذاتی ملک نہیں بلکہ جمہور اسلام کی ملک ہے اور حکومت اسلامیہ میں مشورہ عام ضروری ہے۔ اب ہم عہد رسالت اور اور عہد صحابہ کے چند واقعات پیش کرتے ہیں تاکہ مضمون تشنۂ تکمیل نہ رہ جائے۔

اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیشوائے ملت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنا جانشین کسی عزیز یا اپنے بیٹے کو نہیں۔ وہ نظم و نسق کے تمام معاملات میں مہاجرین و انصار کا شوریٰ ضروری سمجھتے تھے و نیز بسا اوقات بوقت ضرورت عامۃ المسلمین کی رائے لیتے تھے۔ انہوں نے ہر مناسب موقع پر اس بات کا اعلان کیا کہ بیت المال عام مسلمانوں کا حق ہے، کوئی شخص اس کو ذاتی طور پر صرف میں نہیں لا سکتا۔ یہ بات بھی معتبر تاریخوں سے ثابت ہوتی ہے کہ خلفاء کا تقرر عموماً مشورۂ عام سے ہوتا تھا۔ پس ظاہر ہے کہ اگر اسلام شخصی حکومت کا حامی ہوتا تو حکومت اسلامیہ میں یہ باتیں بالکل مفقود ہوتیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جمہوری حکومت اور مساوات کی اصلی تصویر اسلام اور صرف اسلام ہی کے مرقع میں مل سکتی ہے۔ کیا اسلام سے پہلے یہ ممکن تھا کہ بادشاہ اپنی رعایا کے مقابلہ میں ایک معمولی آدمی کی طرح عدالت میں حاضر ہو۔ قطعاً ناممکن تھا۔ لیکن عہد اسلام میں آپ کو اس قسم کی بہت سی مثالیں نظر آئیں گی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کا یہ بہت مشہور واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ اور ابی ابن کعب میں ایک معاملہ میں نسبت نزاع ہوئی۔ اس وقت زید ابن ثابت مدینہ کے قاضی القضاۃ تھے۔ ابی ابن کعب نے ان کے یہاں مقدمہ دائر کیا اور حضرت زید نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب کیا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی عدالت میں گئے تو انہوں نے تعظیم کے لئے جگہ خالی کر دی۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

کہ ابن ثابت بھلی بے انصافی تو یہ ہے جو تم نے اس مقدمہ میں کی۔ اور یہ فرما کر اپنے فریق کے برابر بیٹھ گئے۔

خلیفہ ثانی ہی کے عہد زریں کا یہ واقعہ ہے کہ جبکہ ابن ایہم ایک عیسائی شہزادہ برضا و رغبت مسلمان ہوا تھا اور اس نے مدینہ پاک ہی میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ ایک روز طواف کعبہ کے موقع پر اس کی زریں چادر کا ایک گوشہ ایک بدو کے پاؤں کے نیچے آگیا۔ اتنی سی بات پر جبلہ ابن ایہم نے اس بدو کے منہ پر زور سے طمانچہ مارا۔ اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ ابن ایہم غصے سے بیتاب ہو گیا اور خلیفہ محترم کے پاس آکر شکایت کی۔ آپ نے فرمایا تم نے جیسا کیا تھا ویسی ہی اس کی سزا ملی۔

جبلہ ابن ایہم نے کہا "اے خلیفۃ المسلمین ہمارے ملک میں تو یہ قانون جاری ہے کہ جو شخص شاہی خاندان کے کسی رکن کے ساتھ گستاخی کرے، اس کو قتل کر دیا جائے۔

خلیفہ محترم نے فرمایا کہ ہاں زمانہ جاہلیت کا دستور و قانون ایسا ہی تھا لیکن اسلام نے امیر و غریب، آقا و غلام، پست و بلند سب کو ایک کر دیا ہے۔

مورخین کا بیان ہے کہ جبلہ ابن ایہم ضد میں آکر پھر عیسائی ہو گیا اور روم بھاگ گیا لیکن خلیفۃ الاسلام نے اس امر کی مطلق پرواہ نہ کی اور اسلام کے قانون مساوات کو پیش نظر رکھا۔ خود سرور دو عالم فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابندہ سنہرے زمانہ کا ایک واقعہ ہے

کہ ایک مرتبہ قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں ماخوذ ہو کر حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئی۔ قریش نے قبیلہ مخزوم کی رفعت و عظمت کو ملحوظ رکھ کر چاہا کہ اس عورت کے متعلق سفارش کریں۔ لیکن ان کو معلوم تھا کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حدود الٰہی کے اجراء میں کبھی کسی کی رعایت نہیں کرتے اس لئے خود تو انہوں نے سفارش کی جرأت نہ کی، لیکن حضرت اسامہ جو حضرت کے نہایت محبوب و مخلص خادم تھے، ان کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ مجرم عورت کے متعلق سفارش کریں

چنانچہ حضرت اسامہ نے موقع پا کر درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عورت کو سزا نہ دیجئے۔ یہ سنتے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ آپ نے لوگوں کو جمع فرمایا حسب ذیل حدیث پاک ارشاد فرمائی جس کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے

ترجمہ:- اے لوگو! تم سے پہلے قومیں اس لئے ہلاک کی گئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو لوگ اس کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کوئی غریب آدمی چوری کرتا تو سزا دیتے لیکن خدا کی قسم اگر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے بھی ہاتھ ضرور کاٹے جاتے۔

یہ ہے اسلام کی فرمانروائی کی اصلی تصویر۔ اور یہ ہے وہ مقدس تعلیم جو مساوات و حقوق کی اہمیت ظاہر کرتی ہے۔ یہی وہ تعلیم ہے جس نے سرداران اسلام کے قلوب کو حریت و مساوات کے جذبے سے لبریز کر دیا۔ دنیائے اسلام کا یہ نمایاں حصہ ہے کہ جو صفوف انسانی میں کبر و غرور کے مٹانے سے مخصوص

کے سامنے انسانی گردنیں جھکی ہوئی تھی۔ ان کے مصنوعی بت کو شکستہ ٹکڑے کر دیا اور ان کو رفعت و بلندی کے مقام سے اتار کر عام انسانوں میں جگہ دی۔ اسی طور پر وہ غریب و بیکس انسان جو ذلت و ہیبت کا نشانہ بن چکے تھے اور جن کے لئے کوئی جگہ خالی نہ تھی انہیں اس عظمت و رفعت کے مقام پر بٹھا دیا جس کا تصور و خیال بھی ان کے لئے نہیں کیا جا سکتا تھا۔

خلیفہ یا امیر کا تقرر

اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اسلام نے کس نوعیت کا نظام جمہوری قائم کیا ہے اور خلیفہ یا امیر کا تقرر کس طرح ہو سکتا ہے۔ اس بات کو سب مانتے ہیں کہ اسلام نے حکومت اسلامی کا جو نظام قرار دیا ہے وہ ایک ایسی چیز ہے کہ جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔ اس نے ایک باقاعدہ قانونی جمہوری حکومت کی بنیاد ڈالی۔ حقوق عامہ کی نہایت زبردست تشریح کی شخصی حکومت اور ذاتی امتیاز کو قطعاً نیست و نابود کر دیا اور اس حقیقت کو واضح کر دیا کہ ہر انسان بلحاظ انسان ہونے کے انسان ہے اور انسانوں کو انسان کی پرستش جائز نہیں۔

تاریخ شاہد ہے کہ خلفائے راشدین میں سے ہر ایک کا تقرر مجمع عام میں مہاجرین و انصار کی کثرت رائے اور مسلمانوں کے مشورے سے ہوا۔ چنانچہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد جب خلیفہ کے تقرر کا مسئلہ پیش ہوا تو سب لوگ مقام خو ساعدہ میں جمع ہوئے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تحریک اور عامۃ المسلمین کی تائید سے حضرت حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ قرار دیا گیا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا انتخاب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک اور عامۃ المسلمین کی تائید سے ہوا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا انتخاب ایک مجلس شوریٰ اور عامۃ المسلمین کی رائے سے ہوا اور آپ کے شہید ہونے کے بعد مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ عامۃ المسلمین کی تحریک و تجویز سے خلیفہ منتخب ہوئے۔

چنانچہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق اسی وقت سے رونما ہوا ہے جب جمہوری نظام کو باطل قرار دے کر شخصی حکومت کی طرف مائل ہوئے اور آج بھی شخصیت کی ایسی پرستش کی جا رہی ہے کہ قرآن عزیز اور احادیث نبوی کو چھوڑ دینا آسان ہے لیکن ان کی زبان کے نکلے ہوئے کلمات زندگی کی آخری سانس تک نہیں چھوڑے جا سکتے باوجودیکہ اس کے کذب و بطلان پر ان کا ضمیر شاہد ہے لیکن سماج اور سوسائٹی کے بھیانک تصور نے ان لبوں پر مہر ثبت کر دی ہے۔ قرون اولیٰ کا مقدس دور اجتماعی شیرازہ بندی کا مکمل تصویر تھا لیکن دور حاضر میں گروپ سازی، پارٹی بندی علمی ماحول کا مذاق بن گیا ہے۔

جس کو ہلکی سی زبان و قلم پر قدرت ہوئی وہ نئی جماعت کی تشکیل نئے نظریے کا اظہار اپنے لئے ضروری سمجھتا ہے اور ایسے ماحول کو تیار کرنے کی سعی کرتا ہے جہاں پر پورے طور پر اس کی پرستش ہو سکے اور پاکستان کا مسلمان ہر اس نئی تحریک کی طرف اپنے قدم کو بڑھا دیتا ہے جو اسلام کے نام سے قائم کی جاتی ہے۔

غزوۂ بدر کے چند مناظر

(۱)

(ہجرت مدینہ کا دوسرا سال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ کو جمع کرکے بیٹھے ہیں، ان میں حضرت ابوبکرؓ سعد بن عبادہ اور مقدادؓ بھی موجود ہیں)

آنحضرتؐ - مکہ سے قریش کا تجارتی قافلہ ملک شام کو روانہ ہو چکا ہے اور وہ بھی اس شان سے کہ مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جتنی رقم تھی کل کی کل دے دی ہے اور قافلہ روانہ ہونے سے پہلے ہی عمرو بن حضرمی کا قتل بھی ہو چکا ہے - قریش کی آتش غضب بھڑک چکی ہے - اور مکہ معظمہ میں بھی یہ خبر پھیل چکی ہے کہ مسلمان قافلہ لوٹنے کے لئے آ رہے ہیں -

ابوبکرؓ - ہم جان نثاری کے لئے حاضر ہیں۔[1]

(حضرت ابوبکرؓ مجمع کو مخاطب فرماکر ایک جان نثارانہ تقریر فرماتے ہیں - آنحضرتؐ انصار کی طرف دیکھ رہے ہیں - اتنے میں خزرج کے سردار سعد بن عبادہ کھڑے ہو جاتے ہیں -

سعد بن عبادہؓ - کیا حضورؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے؟ خدا کی قسم! اگر آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں گے[1]

مقدادؓ - ہم موسٰیؑ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے کہ "آپ اور آپ کا خدا جاکر لڑیں" ہم لوگ آپؐ کے داہنے سے، بائیں سے، سامنے سے اور پیچھے سے لڑیں گے[2]

(آنحضرتؐ کا چہرہ مسرت سے چمک اٹھتا ہے)

(۲)

(رمضان کی ۱۲ تاریخ آنحضرتؐ ۳۰۰ جاں نثاروں کے ساتھ مدینہ سے نکل رہے ہیں اور تقریباً ایک میل جانے کے بعد فوج کا جائزہ لیتے ہیں)

آنحضرتؐ - (فوج سے) ہماری فوج میں کم عمر بچے بھی ہیں - ان کو واپس کر دیا جائے، ایسے پُر خطر موقع پر بچوں کا کام نہیں[3]

(عمیر بن وقاص ایک کمسن بچہ بھی ساتھ ہے، ان سے واپسی کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ رو پڑتے ہیں - لہٰذا آنحضرتؐ ان کو اجازت دیدیتے ہیں - فوج کی تعداد اب ۳۱۳ ہو چکی ہے جس میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار ہیں - اس میں ابو لبابہ بن عبد المنذر بھی ہیں)

آنحضرتؐ - (ابو لبابہ بن عبد المنذر سے) مدینہ میں ہم لوگوں کے نہ ہونے کی وجہ سے منافقین اور یہود کی طرف سے اطمینان نہیں ہے، اس

---

[1] صحیح مسلم شریف [2] بخاری شریف [3] ابن سعد

لئے میں تم کو مدینہ کا حاکم مقرر کرتا ہوں اور حکم دیتا ہوں کہ مدینہ واپس جاؤ۔

(مدینہ کی بالائی کی آبادی پر عاصم بن عدی کو حاکم بنا کر آپ مدینہ سے تقریباً ۸۰ میل دور بدر کے گاؤں میں پہنچے ہیں۔)

(۳)

(بدر کا میدان۔ قریش پہنچ چکے ہیں، اور اچھی جگہوں پر قبضہ کر چکے ہیں۔ اور مسلمانوں کی طرف کوئی چشمہ یا کنواں بھی نہیں ہے اور زمین اتنی ریتلی ہے کہ اونٹوں کے پاؤں ریت میں دھنس جاتے ہیں)

خباب بن منذرؓ (آنحضرت سے) یا رسول اللہ ﷺ! یہ جو جگہ منتخب کی گئی ہے وہ وحی کی رو سے ہے یا کوئی فوجی تدبیر ہے

آنحضرتؐ - یہ وحی نہیں ہے۔

خباب - بہتر تو یہ ہوتا کہ آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لیا جائے اور آس پاس کے کنویں بیکار کر دیئے جائیں۔

آنحضرتؐ - بہتر ہے، مجھے منظور ہے

(اتفاقاً بارش ہو جاتی ہے اور مسلمانوں نے جا بجا پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے ہیں کہ وضو اور غسل کے کام آئیں، دشمنوں کو پانی لینے کی اجازت عام ہے[1])

(۴)

(قریش جنگ کے لئے بیتاب ہیں ان میں حکیم بن حزام بھی ہیں)

حکیم بن حزام - (فوج کے سردار عتبہ سے) عتبہ! اگر آپ چاہیں تو آج کا دن آپ کی نیک نامی کی ابدی یادگار رہ جائے!

عتبہ - یہ کیونکر؟

حکیم - قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے، وہ صرف حضرمی کا خون ہے۔ وہ آپ کا حلیف تھا آپ اس کا خون بہا ادا کر دیجئے۔

عتبہ - مجھے منظور ہے

حکیم (حکیم بن حزام ابو جہل کے پاس جاتے ہیں وہ ترکش سے تیر نکال رہا ہے)

(ابو جہل سے) قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ صرف حضرمی کا خون ہے، اس کا خون بہا ادا کر دینا چاہیئے، عتبہ نے بھی یہ بات منظور کر لی ہے اور اتفاق رائے کے لئے تمہارے پاس بھیجا ہے۔

ابو جہل - اچھا! عتبہ کی ہمت نے جواب دیدیا[2] عتبہ اس لڑائی سے جی چراتا ہے کہ اس کے سینے پر آنچ نہ آئے۔ (پھر عمرو بن حضرمی کے بھائی عامر بن حضرمی کو بلا کر) دیکھتے ہو! تمہارا خون بھی تمہاری آنکھ کے سامنے آ کر نکلا جاتا ہے۔

(عامر عرب کے دستور کے مطابق کپڑے پھاڑ ڈالتا ہے، اور گرد اڑا کر واعمراہ! واعمراہ! (ہائے عمرو ہائے عمرو) کا

---

[1] سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۶۔ [2] عتبہ کے فرزند ابو حذیفہ اسلام لا چکے ہیں اور اس جنگ میں محمد ﷺ کے ساتھ شریک ہیں۔

کا نعرہ لگانا شروع کر دیتا ہے)

عتبہ - (ابو جہل کا یہ طعنہ سن کر) اچھا تو میدان جنگ بتا دے گا، نامردی کا داغ کون اٹھاتا ہے۔

(عتبہ سر سے کپڑا لپیٹ کر لڑائی کے ہتھیار سجا دیتا ہے)

(۵)

(جنگ کا میدان، آنحضرت میدان کے کنارے ایک چھپر کے سائبان میں بیٹھے ہیں اور سعد بن معاذ رضی حفاظت کر رہے ہیں۔ مہاجرین کا علم مصعب بن عمیر رضی کو ملتا ہے، لڑائی شروع ہو جاتی ہے۔)

کفار کی آواز - (حذیفہ بن الیمان رضی اور ابو حیل رضی کو آتے دیکھ کر۔)
تم دونوں کہاں جا رہے ہو؟ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کے لئے؟

حذیفہ اور ابو حیل رضی - نہیں، بالکل نہیں، بلکہ ہم تو جنگ میں بھی شریک نہیں ہیں۔

(اب یہ دونوں جماعتیں مقابل آتی ہیں آنحضرت دعا فرماتے ہیں۔)

آنحضرت - خدایا! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے، آج پورا کر (پھر سجدے میں گرتے ہوئے) خدایا! اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے تو پھر تو قیامت تک نہ پوجا جائے گا۔

ابو بکر رضی - حضور! خدا اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔

(قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آجاتی ہیں)

آنحضرت - صحابہ سے، جب دشمن پاس آجائیں تو تیر سے روکو۔

(حضرت ابو بکر رضی کے بیٹے عبدالرحمٰن[1] جو اب تک کافر تھے میدان میں آتے ہیں اور ادھر سے ابو بکر تلوار کھینچ کر نکلتے ہیں۔
کافر عتبہ میدان میں آتا ہے اور مقابلے کے لئے اسی کے فرزند حذیفہ نکلتے ہیں)

عتبہ - ہم کو تم سے غرض نہیں (پھر آنحضرت سے) محمد! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں ہیں

آنحضرت - نکلو اے عبیدہ بن حارث، پہلوانے علی، بڑھو اے حمزہ!

(حضرت حمزہ رضی، حضرت علی رضی اور حضرت عبیدہ رضی میدان میں آتے ہیں۔

عتبہ - (مذکورہ بالا لوگوں سے) تم لوگ کون ہو

حمزہ رضی - میں حمزہ بن عبد المطلب بن عبد مناف اور یہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن عبد مناف ہیں۔

عتبہ - ہاں اب ہمارا جوڑ ہے۔

(عتبہ، حمزہ رضی سے اور اس کا لڑکا ولید، علی رضی کے مقابل ہو جاتا ہے۔ اور نتیجے میں عتبہ اور ولید دونوں مارے جاتے ہیں۔ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ رضی کو کاری زخم لگایا مگر حمزہ و علی دونوں نے بڑھ کر شیبہ

---

[1] الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، ذکر عبدالرحمٰن بن ابی بکر۔ ۱۲

کو بھی ختم کر دیا۔ اور حضرت عبیدہ کو
کندھے پر اٹھا کر آنحضرت کے پاس
لاتے ہیں۔

عبیدہ ۔ (آنحضرت کو دیکھ کر) کیا میں دولت شہادت
سے محروم ہوں۔

آنحضرت ۔ نہیں نہیں، تم نے شہادت پائی۔

عبیدہ ۔ آج اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو تسلیم
کرتے کہ میں ان کے اس شعر کا مصداق ہوں[1]۔

ونسلمہ حتی نصرع حولہ
ونذھل عن ابنائنا والحلائل

(ہم محمد کو اس وقت دشمنوں کے حوالے
کریں گے جب ان کے گرد لڑ کر مر
جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں
سے بھلا نہ دیئے جائیں)

(سعید بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے
پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا نکلتا ہے
حضرت زبیر اس کے مقابلے کو نکلتے
ہیں اور تاک کر آنکھ میں برچھی مارتے
ہیں، وہ زمین پر گر کر مر جاتا ہے اور
حضرت زبیر برابر اس جنگ میں
کئی کاری زخم کھا چکے ہیں[2]۔

(۴)

(عام حملہ شروع ہو چکا ہے۔ انصار
میں سے معوذ اور معاذ آپس میں گفتگو
کر رہے ہیں۔

معوذ ۔ ابوجہل کی شرارت اور اسلام سے دشمنی
کا عام چرچا ہے۔ ہم دونوں عہد کرتے ہیں
کہ یہ شقی جہاں نظر آئے گا یا تو اس کو مٹا دیں
گے یا خود مٹ جائیں گے۔!

معاذ ۔ ہاں بے شک، انشاءاللہ ایسا ہی
کیا جائے گا۔

(عبدالرحمٰن بن عوف صف میں کھڑے
ہیں، دفعتہً داہنے بائیں دو نوجوان نظر
آتے ہیں[3])

پہلا نوجوان ۔ ابوجہل کہاں ہے؟

عبدالرحمٰن بن عوف ۔ برادر زادے! ابوجہل کو پوچھ
کر کیا کرو گے۔

پہلا نوجوان ۔ میں نے خدا سے عہد کر لیا ہے
کہ ابوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا، یا تو اسے قتل
کر دوں گا یا خود لڑ کر مارا جاؤں گا!

دوسرا نوجوان ۔ یہی تو میں بھی چاہتا ہوں

عبدالرحمٰن بن عوف ۔ (اشارہ کرتے ہوئے) دیکھو
ابوجہل وہ ہے!

(دونوں نوجوان باز کی طرح جھپٹتے ہیں اور
ابوجہل قتل ہو کر خاک پر لوٹ جاتا ہے
ابوجہل کا لڑکا عکرمہ پیچھے سے آکر معاذ

---

[1] زرقانی ۱۲۔ ان اوقات میں روایتیں مختلف طور سے آئی ہیں اور تقریباً سب ایک دوسرے کے مخالف ہی ہیں۔ ۱۲

[2] صحیح بخاری، غزوۂ بدر ۱۲

[3] یہ معاذ اور معوذ ہیں، یہ عفراء نامی ایک عورت کے بیٹے تھے۔

کے بائیں شانے پر تلوار مار دیتا ہے اور بازو کٹ جاتا ہے۔ تاہم معاذ عکرمہ کا تعاقب کرتے ہیں)۔

(۷)

(مجذر انصاری اور ابوالبختری بن ہشام کافر)

مجذر۔ آنحضرت نے لڑائی سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کے ساتھ جو لوگ آئے ہیں ان میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو خوشی سے نہیں بلکہ قریش کی وجہ سے آئے ہیں، ان میں تیرا نام بھی ہے چونکہ آنحضرت نے تیرے قتل سے منع فرمایا ہے اس لئے میں تجھ کو چھوڑ دیتا ہوں

ابوالبختری۔ میرے ساتھ جو رفیق بھی ہے، اس کو بھی۔

مجذر۔ نہیں

ابوالبختری۔ تو میں عرب کی خواتین کا یہ طعنہ نہیں سن سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کے لئے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا۔

(پھر یہ رجز پڑھتا ہوا مجذر پر حملہ آور ہو جاتا ہے، اور مارا جاتا ہے)

لن یسلم ابن حرۃ زمیلہ
حتی یموت او یری سبیلہ

"شریف زادہ اپنے رفیق کو نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ مر نہ جائے یا وہ اپنا راستہ نہ دیکھ لے"

(امیّہ بن خلف سامنے آرہا ہے۔ عبدالرحمان بن عوف نے چاہا کہ بچ کر نکل جائے لیکن

بلالؓ دیکھ لیتے ہیں، اور انصار اس کے بیٹے کو قتل کر ڈالتے ہیں پھر امیّہ کی طرف بڑھتے ہیں)

انصار۔ (امیّہ سے) تم زمین پر لیٹ جاؤ!

امیّہ زمین پر لیٹ جاتا ہے اور لوگ اس کو قتل کر ڈالتے ہیں۔)

(۸)

(ابوجہل اور عتبہ کے قتل کے بعد قریش سپر ڈال چکے ہیں اور مسلمان گرفتاری میں لگے ہوتے ہیں۔)

آنحضرت:۔ کوئی شخص جا کر خبر لائے کہ ابوجہل کا کیا انجام ہوا؟

(عبداللہ بن مسعودؓ جا کر لاشوں میں ابوجہل کو دیکھتے ہیں وہ دم توڑ رہا تھا۔)

عبداللہ بن مسعود:۔ تو ابوجہل ہے؟

ابوجہل:۔ ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا، تو یہ فخر کی کیا بات ہے؟[1]

(عبداللہ بن مسعودؓ اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیتے ہیں۔)

ابوجہل۔ او بکری چرانے والے دیکھ تو پاؤں کہاں رکھ رہا ہے؟

عبداللہ بن مسعود:۔ تو نے ایک دفعہ مجھے پتھر مارا تھا، یہ اسی کا انتقام ہے

(عبداللہ بن مسعودؓ سر کاٹ کر آنحضرت کے قدموں پر ڈال دیتے ہیں اب جنگ

[1] صحیح بخاری شریف غزوہ بدر ۳۰

ختم ہو جاتی ہے اور مسلمانوں میں صرف ۱۴ شہید ہوتے ہیں۔ جن میں ۶ مہاجر اور باقی انصار ہیں۔ رؤساءِ قریش ایک ایک کر کے مارے جا چکے ہیں۔ جنگ کے بعد قیدی گرفتار ہو کر مدینہ آتے ہیں اور صحابہ میں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔

(۹)

جنگِ بدر کی خبر مکہ پہنچتی ہے۔ قریش نے منادی کرا دی ہے کہ کوئی شخص رونے نہ پائے۔ اسود بن مطلب کے تین لڑکے مارے جا چکے ہیں۔

اسود۔ (اپنے ملازم سے) ذرا دیکھو! یہ کہاں سے رونے کی آواز آ رہی ہے؟ کیا رونے کی اجازت ہو گئی! میرے سینے میں آگ لگ رہی ہے۔ جی کھول کر رو لوں تو تسکین ہو جائے۔

ملازم: - ایک عورت کا اونٹ گم ہو گیا ہے اس کے لئے وہ رو رہی ہے۔

اسود: (بے اختیار ہو کر)

اتبکی ان یضل لہا بعیر ویمنعہا من النوم السہود
فلا تبکی علی بکر ولکن علی بدر تقاصرت الجدود
فبکی ان بکیت علی عقیل وبکی حارثا اسد الاسود

"اونٹ کے گم ہونے پر روتی ہے اور اس کو نیند نہیں آتی، اونٹ پر مت رو، بدر پر آنسو بہا، جہاں قسمت نے کمی کی۔ تجھ کو رونا ہے تو عقیل پر رو! اور حارث پر رو! جو شیروں کا شیر تھا۔"

(۱۰)

(عمیر بن وہب جمحی اور صفوان بن امیہ حجر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور مقتولین بدر کا ماتم کر رہے ہیں)

صفوان: - خدا کی قسم! اب جینے کا مزہ نہیں

عمیر: - سچ کہہ رہے ہو! اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں سوار ہو کر جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر آتا۔ میرا بیٹا بھی وہاں قید ہے۔

صفوان: - تم قرض کی اور بچوں کی فکر نہ کرو، ان کا میں ذمہ دار ہوں۔

(عمیر گھر آتا ہے اور اپنی تلوار زہر میں بجھا دیتا ہے، پھر مدینہ آتا ہے، اتنے میں حضرت عمرؓ دیکھ لیتے ہیں اور گلا دبا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتے ہیں)۔

آنحضرت - عمر! اس کو چھوڑ دو (پھر عمیر سے) - قریب آ جاؤ! —— کس ارادے سے آئے ہو —— ؟

عمیر: - بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں

آنحضرت: - پھر یہ تلوار کیوں حمائل ہے -؟

عمیر: - آخر تلواریں بدر میں کس کام آئیں۔

آنحضرت - کیوں نہیں؟ تم نے اور صفوان نے حجر میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی!

(عمیر یہ بات سن کر سناٹے میں آ جاتے ہیں اور بے اختیار ہو کر کہتے ہیں

عمیر: - بے شک آپ پیغمبر ہیں! محمد

بقیہ صفحہ ۱۶ پر

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے

زرّین اقوال

۱۔ لوگوں کی نیکیوں کو ظاہر کرنا چاہیئے۔ اور برائیوں سے چشم پوشی لازم ہے۔

۲۔ عاقل وہ ہے جو اپنے آپ کو ملامت کرے اور خدائے تعالیٰ کی عبادت و اطاعت میں مشغول رہے

۳۔ احمق وہ ہے جو نفس پرست ہو اور خدائے برتر سے غافل رہے

۴۔ جو کچھ خدا نے حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرنے اور جن کاموں کو خدائے بزرگ و برتر نے منع فرمایا ہے ان سے باز رہنے کا نام تقویٰ ہے۔

۵۔ علم دین وہ ہے جو خدا تعالیٰ کا خوف زیادہ کرے، ذاتی برائیوں سے واقف کرے خدا کی عبادت کا شوق دل میں پیدا کرے، دنیا کی طرف سے ہٹائے دین کی طرف لگائے اور برے افعال سے بچائے۔

۶۔ جو دوست صرف تمہاری اچھی حالت کا دوست ہو اور الٹے وقت کام نہ آئے اس سے بچنا چاہیئے کیونکہ وہ سب سے بڑا دشمن ہے

۷۔ عالم کو بُردبار، حلیم الطبع صاحب وقار اور باعمل ہونا چاہیئے۔

۸۔ تمسخر و مزاح سے بچنا چاہیئے۔ کیونکہ تمسخر اکثر قطع دوستی، دل شکنی اور دشمنی کا باعث ہوتا ہے اور اس سے دل میں حسد پیدا ہوتا ہے

۹۔ اپنے آپ کو سب سے بہتر سمجھ لینا جہالت ہے بلکہ ہر شخص کو اپنے سے بہتر سمجھنا چاہیئے۔

۱۰۔ غیبت اسے کہتے ہیں کہ کسی شخص کا ذکر اس کی پیٹھ پیچھے اس طریق پر کیا جائے کہ اگر وہ سنے تو اسے رنج ہو۔

۱۱۔ تین چیزیں خباثت قلب کو ظاہر کرتی ہیں حسد، ریا اور عجب۔ عقلمند کو ان سے بچنا چاہیئے جو شخص ان سے محفوظ رہے گا وہ دوسری مصیبتوں سے محفوظ رہے گا۔

۱۲۔ اپنے آپ کو عظمت اور دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھنے کا نام عُجب ہے یہ نہایت مہلک بیماری ہے۔

۱۳۔ صبح سویرے اٹھنا چاہیے اور سب سے بیشتر جو خیال دل میں آئے یا زبان سے نکلے وہ خدائے پاک کا ذکر ہونا چاہیئے۔

۱۴۔ وقت کی حفاظت کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت کیلئے ایک خاص کام مقرر ہو۔ اور اس کے خلاف نہ ہو۔ اس طرح التزام کرنے سے وقت کی برکت معلوم ہوتی ہے

مشاہیرِ صحابہؓ

عکرمہ رضؓ بن ابی جہل

آپ عکرمہ بن ابی جہل مخزومی قرشی مشہور صحابی ہیں، آپ کے باپ ابو جہل کا نام عمرو بن ہشام ہے۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے بعد ایمان لائے اس سے پہلے آپ اپنے باپ (ابو جہل) کی طرح رسول اللہؐ کے سخت ترین دشمن تھے مگر ایمان لانے کے بعد ان کا اسلام نہایت اچھا اور مضبوط ہو گیا۔ اسلام لانے کے بعد جہاد میں مصروف رہے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ یا حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں جنگ اجنادین یا مرج الصفر یا یرموک میں ۱۳ھ یا ۱۵ھ میں بعمر ۶۲ سال شہید ہوئے رسول اللہؐ نے قبیلہ ہوازن کے صدقات پر آپ کو عامل مقرر فرمایا تھا۔ فتح مکہ کے دن بھاگ کر یمن چلے گئے تھے۔ اس کے بعد ان کی بیوی ام حکیم بنت الحارث ان کے پاس پہنچ گئیں اور ان کو لے کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جب آپ اسلام قبول کرنے کے لئے حاضر ہوئے تھے تو رسول اللہؐ نے اس طرح خوش آمدید فرمایا تھا کہ

"مرحبا یا راکب المہاجر"

رسول اللہؐ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں نے ابو جہل کا ایک خوشہ جنت میں (خواب میں) دیکھا ہے۔ جب عکرمہ ایمان لائے تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اے ام سلمہ! وہ یہی ہے" یعنی اس خوشہ سے مراد عکرمہ ہی ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو فتنۂ ارتداد اور جہاد شام میں فوج کے ایک حصہ کا سردار مقرر کیا تھا۔ ایک دفعہ عکرمہؓ نے رسول اللہؐ سے شکایت کی کہ جب میں مدینہ میں چلتا پھرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ "یہ اللہ کے دشمن ابو جہل کا بیٹا ہے" یہ سن کر آپؐ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا "لوگ سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح ہیں جو جاہلیت کے دور میں اچھے تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی جب ان کو دین کی سمجھ آ جائے اچھے اور بہترین ہیں (اس لئے اے لوگو!) تم کسی برے عنوان سے ان کا تذکرہ نہ کرو۔"

علاء بن عبد اللہ

آپ علاء بن عبد اللہ حضرمی مشہور مستجاب الدعوات صحابی ہیں۔ آپ حضرموت کے اصلی باشندے اور بنو امیہ کے حلیف تھے۔ رسول اللہؐ نے آپ کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا تھا جس پر آپ رسول اللہؐ کے زمانے میں اور حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانہ خلافت تک قائم رہے۔ یہاں تک اوائل عہد فاروقی میں ۱۴ھ میں وفات پائی۔

بعض علماء کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ نے

آپ کو بصرہ کا والی مقرر فرمایا تھا - یہ بھی ایک قول ہے کہ آپ کی وفات ۱۳۲ھ میں واقع ہوئی - واللہ تعالٰی اعلم -

علقمہ بن خالد

آپ علقمہ بن خالد اسلمی ابو اوفیٰ ہیں یعنی عبداللہ بن ابی اوفیٰ مشہور صحابی کے والد ماجد ہیں - آپ بیعتِ رضوان میں موجود تھے - رسول اللہ کی خدمت میں اپنی قوم کا صدقہ لے کر حاضر ہوئے تھے - جس پر رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ -

"اللھم صلی علی آل ابی اوفیٰ - اے اللہ! خاندانِ ابی اوفیٰ پر رحمت نازل فرما۔"

عمرو بن الاخطب رضؓ

آپ عمرو بن اخطب انصاری خزرجی ابو زید ہیں - رسول اللہ کے ہمراہ تیرہ غزوات میں شریک رہے - آپ کے سر پر رسول اللہ نے دستِ مبارک پھیرا تھا اور ان کو حسن و جمال خوبصورتی کی دعا دی تھی چنانچہ آپ کا سن سو برس کے قریب پہنچ گیا تھا مگر ان کے سر اور داڑھی میں چند بال سے زیادہ سفید نہ تھے -

عمرو بن امیہ رضؓ

آپ عمرو بن امیہ بن خویلد بن عبداللہ ابو امیہ ضمری مشہور صحابی ہیں - یہی وہ صحابی ہیں جن کو طلسمِ ہوش ربا اور داستانِ امیر حمزہ کا ہیرو بنایا گیا ہے اور عمرو بن عیار کے نام سے ان کے متعلق جھوٹے اور بے سر و پا قصوں کا ایک طومار باندھا گیا ہے -

آپ جنگ احد کے بعد ایمان لائے تھے - غزوہ احد اور بدر میں کفار کے ہمراہ شریکِ جنگ تھے - جب مسلمان احد سے واپس ہوئے تو آپ اسلام لائے - اسلام لانے کے بعد سب سے پہلی جنگ "بیر معونہ" میں مسلمانوں کے ساتھ شریکِ جہاد ہوئے تھے، اسی جنگ میں عامر بن طفیل کے ہاتھوں قید ہو گئے - پھر ان کی پیشانی کے بال کاٹ کر ان کو چھوڑ دیا گیا تھا - وہاں سے آزادی ملنے کے بعد برابر رسول اللہ کی خدمت گزاری کرتے رہے - آپ سے رسول اللہ وقتاً فوقتاً مختلف کام لیا کرتے تھے - حبشہ میں نجاشی کے پاس ۶ھ میں آپ کو رسول اللہ نے قاصد بنا کر بھیجا تھا - جس میں آپ نے نجاشی کو اسلام کی دعوت دی تھی - حضرت خبیبؓ کی لاش کو جن کو کفار نے سخت اذیت کے ساتھ سولی دی تھی اور لاش کو سولی پر ہی لٹکا رہنے دیا تھا - کفار کے قبضہ سے لے آنے کے واسطے بھی آپ ہی کو رسول اللہ نے متعین فرمایا تھا - چنانچہ آپ کفار کو دھوکہ دے کر بکمال احتیاط اور ہوشیاری سے ان کی لاش لے آئے -

آپ کا شمار شرفائے مکہ اور عرب کے مشہور بہادروں اور شہسواروں میں ہوتا تھا - ۶۰ھ سے کچھ قبل وفات پائی -

عمرو بن حریث رضؓ

آپ عمرو بن حریث قرشی مخزومی ہیں - رسول اللہ کی وفات کے وقت آپ کی عمر بارہ برس یا اس سے کچھ زائد تھی، آپ کے سر پر رسول کریم نے دستِ مبارک پھیرا تھا - اور خرید و فروخت میں برکت کی دعا کی تھی - چنانچہ

آپ نے بہت کمایا اور کوفہ میں سب سے مالدار شخص آپ ہی تھے۔ مشہور ہے کہ آپ ہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے کوفہ میں گھر بنایا تھا۔ زیاد اور عبید اللہ بن زیاد کی نیابت میں کوفہ کے حاکم بھی مقرر ہوئے تھے۔ ۵۵ھ یا اس سے قبل وفات پائی۔

عمرو بن حزم

آپ عمرو بن حزم انصاری بخاری مشہور صحابی ہیں۔

آپ کی کنیت ابو ضحاک ہے۔ بوجہ صغر سنی غزوات بدر اور احد میں شریک نہیں ہوئے۔ غزوہ خندق میں شریک تھے۔ رسول اللہ نے آپ کو سترہ برس کی عمر میں ۱۰ھ میں نجران اس لئے بھیجا تھا کہ وہاں کے لوگوں کو احکام شرعیہ بتائیں۔ اور ان کے پاس نامہ گرامی بھی بھیجا تھا جس میں فرائض اور دیت اور زکوٰۃ کے احکام درج تھے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ آپ نے حضرت عمرؓ کی خلافت میں وفات پائی لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ معتبر یہی ہے کہ آپ نے ۵۱ھ یا ۵۳ھ یا ۵۴ھ میں وفات پائی۔

(مضافات سیالکوٹ)

نئی آبادی مہر حاکم دین والی

میں مورخہ ۱۲-۱۳ اپریل بروز جمعرات اور جمعہ حضرت امیر ملت رضی اللہ عنہ کا سالانہ عرس منعقد ہو رہا ہے حضرت شمس الملت مولانا الحاج سید نور حسین شاہ صاحب و حضرت مولانا الحاج جوہر الملت سید اختر حسین شاہ صاحب و دیگر صاحبزادگان تشریف لائیں گے۔

بقیہ مشیخت یا پیری

کی بات نہیں ہے بلکہ اس پر خوش ہونے کی بجائے مغموم ہونا چاہیے اور ڈرنا چاہیے۔ پیر کو مرید کے مال کی اور اس سے کسی دنیا کے مفاد کی خواہش نہیں ہونی چاہیئے۔ اگر بالفرض کوئی پیر اپنے مرید کے مال پر نظر رکھتا ہے اور اس سے مال اور دنیوی مفاد چاہتا ہے تو مرید کو اپنے پیر سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور وہ پیر پیری کے مقام سے گر جائے گا اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ

خبردار! اللہ کے لئے ہے دین خالص

یہ مکتوب شریف حضرت مجدد الف ثانی نے ملا طاہر بدخشی کو لکھا تھا۔ آجکل کے نام نہاد صوفیوں اور پیروں کے لئے یہ مکتوب مشعل راہ کا کام دے گا۔ مدعیان تصوف و مشیخت کو اس کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی توفیق خدا تعالےٰ اپنے حبیب پاک کے صدقہ میں عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ غزوہ بدر

کی قسم میرے اور صفوان کے سوا اس معاملہ کی کسی کو خبر نہ تھی۔

(عمیر مسلمان ہو جاتے ہیں اور مکہ واپس آتے ہیں قریش جو آنحضرت کے قتل کی خبر سننے کے منتظر تھے، وہ عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر سنتے ہیں)

(راجہ رشید محمود، ایم۔ اے)

دستورِ اسلامی ——— کیوں اور کیسے؟

پاکستان کا قیام دو قومی نظریے کی بنیاد پر عمل میں آیا تھا مقصد یہ بتانا اور ثابت کر دکھانا تھا کہ مسلمان ہندوؤں سے الگ قوم ہیں ان کا دین کامل و اکمل ہے۔ ان کی تہذیب و ثقافت کی جڑیں اسلامی نظریات و عقاید میں پیوست ہیں ان کا لباس الگ ہے ان کا طریق معاشرت مختلف ہے ان کی سوچ منفرد ہے تحریک پاکستان میں پاکستان کا مطلب کیا.... لا الٰہ الا اللہ مسلمان عوام و خواص کا نعرہ تھا اور تحریک کے قائدین لوگوں سے یہی وعدہ کرتے رہے کہ پاکستان کا خطہ صرف اس لیے حاصل کیا جا رہا ہے کہ اس میں دین حق کی حکمرانی ہوگی اور یہ دنیا کے لیے ایک مثالی مملکت بن جائے گی اسلام کو ملی و قومی زندگی کے ہر دائرے میں نافذ کیا جائے گا اور تمام قانون سازی کی بنیاد و اساس قرآن و سنت پر ہوگی۔

عامۃ المسلمین تو تمام تر مخلصانہ طور پر اسلامی نظام کے نفاذ کی خاطر مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت حاصل کرنے کی حمایت کرتے تھے اور اس سلسلے میں انھوں نے آتشی قربانیاں دیں صعوبتیں سہیں اور مشکلات برداشت کیں کہ ان کے تصور سے روح تھرا اٹھتی ہے تاریخ بتاتی ہے کہ عوام بیچارے ہر دلِ خوش کن نعرے کے پیچھے دوڑ پڑنے کے عادی ہوتے ہیں اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کا نعرہ تو مخلص مسلمانوں اور دینداروں کے لیے بے انتہا خوش آئند تھا چنانچہ بلا شبہ یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ... پاکستان میں ...

کی معنویت تک مخلص تھے اور اسی لیے انھوں نے جان و مال و آبرو کی قربانیاں دینی گوارا کیں مگر رہنمایان کرام میں اس نعرے، اس وعدے اور اس عہد کے ساتھ مخلصین کی تعداد کم سے کم تھی وہ سیاسیین جو دو قومی نظریے کے مخالف تھے اور ملت کو وطن سے مشتق سمجھتے تھے ان کا تو یہاں ذکر ہی نہیں ہے وہ تو مسلمانوں کے قومی تشخص اور ملی تشخص ہی کے قائل نہ تھے وہ ہندوؤں کے ساتھ برادرانہ تعلقات کے حامی تھے انھیں ملت کا حصہ قرار دیتے تھے اور ان سے الگ ہو کر بحیثیت مسلمان کے اپنی علیحدگی کو اور اسلامی نظام کے احیاء و نفاذ کو اچھا نہیں سمجھتے تھے اس حد تک ضرور تسلیم کرنا پڑے گا کہ پاکستان کے مطالبے کی مخالفت کرنے والوں کی یہ دلیل وقت نے درست ثابت کر دی کہ تحریک پاکستان کے قائدین میں زیادہ تر حکومت انگلشیہ کے کاسہ لیس ہیں اور عملی طور پر ان کی زندگیاں اسلام کے احکام سے مطابقت نہیں رکھتیں بلکہ ان میں زیادہ تر "اصحاب سیاست" قومی امنگوں اور ملی خواہشات سے بے بہرہ اور ان کے شب و روز خلاف اسلام سرگرمیوں سے مملو نظر آتے ہیں، افسوسناک بات یہ رہی کہ جو نیک لوگ تحریک پاکستان کے دنوں میں قوم کی قیادت کرنے سامنے آئے اور انھوں نے دو قومی نظریے کے تحت پاکستان کے تیار کردہ ... نظام کے ... نفاذ ...

شعائر و روایات کے فروغ کی خاطر ضروری قرار دیا،
وہ علمائے کرام پاکستان بننے کے بعد پھر حجلۂ عافیت میں
چلے گئے اور اپنی تدریسی اور تبلیغی سرگرمیوں میں مقید ہو گئے یوں
کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے مقتدر علمائے کرام نے وقت
کی نزاکتوں کو نہ سمجھا اور انگریزوں کے زلہ خواروں دین بیزاروں
اور دین دشمنوں کے مقاصد مذمومہ کی راہ میں سنگ گراں
بننے کی کوئی موثر کوشش نہ کی ہمارے لائق تکریم علماء و مشائخ
کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے حق کی آواز کو بلند کرنے کی روایت
جاری رکھی مگر ہم بادب عرض کریں گے کہ انھوں نے اس روایت
کو توانائی نہیں بخشی اسے اپنی زندگیوں پر نافذ نہیں کیا وہ مسجد
و محراب سے نکل کر بازاروں اور گلیوں میں دستور اسلامی
کی تحریک چلاتے قید و بند کی صعوبتیں سہتے گولیاں کھاتے
مگر اسلام کے نام پر حاصل کیے گئے خطۂ زمین پر اسلامی
نظام نافذ کرائے بغیر دم نہ لیتے لیکن حقیقت یہی ہے
کہ اس مسئلے کو اس شدت سے نہیں اٹھایا گیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ مسلم لیگ کے معدودے چند مخلص رہنما یکے بعد
دیگرے داعیٔ اجل کو لبیک کہتے گئے یا غیر موثر صورت میں
زندہ رہے اور غیر مخلصین کی کثیر تعداد ملک پر مسلط ہو
گئی اس کے باوجود چوہدری محمد علی (خدا انھیں صحت سے
اور سلامت رکھے) نے 1956ء میں جو آئین ملک و قوم کو دیا
کہا جا سکتا ہے کہ اگرچہ وہ اسلامی آئین کی تمام تر خوبیوں
سے آراستہ نہ تھا مگر اس سے قریب تر ضرور تھا۔ اس قدرے
گوارا آئین کو بھی چلنے نہ دیا گیا۔ اور سکندر مرزا نے اس آئین کو
منسوخ کر کے ملک کو مارشل لا کی نذر کر دیا۔ اس مارشل لا
کی کوکھ سے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کے گیارہ سالہ دور
استبداد نے جنم لیا اور ایوب صاحب نے 1962ء میں
"فرد واحد کا آئین" نافذ کیا جس میں بقول چوہدری محمد علی ایوب
صاحب یوں دکھائی دیتے تھے جیسے لائل پور میں
گھنٹہ گھر۔ یہ نیا آئین 1956ء کی خوبیوں سے مبرا تھا اور شخصی
آمریت کے نفاذ کی تمام صفات سے متصف۔ ایوب خان
صاحب عوامی بیداری اور عوامی تحریک سے مجبور ہو کر اقتدار
چھوڑ گئے مگر جاتے جاتے ملک کو ایک اور مارشل لا کے
حوالے کر گئے اور یحییٰ خان کی خرمستیوں کو "شہنشاہیت"
کا تاج پہنا گئے۔ اس شخص نے پاکستان کو بوجوہ دو
ٹکڑے کرا دیا۔ ملک کو رسوا و ذلیل اور قوم کو سرنگوں ہونے
پر مجبور کر دیا مشرقی پاکستان کے لاکھوں معصوم بے گناہ لوگ
موت کے گھاٹ اتار دیے گئے۔ پاکستان کے بہترین بہادر
اشجع اور جوانمرد فوجی بھارت جیسے ذلیل اور بے عہد"
ملک کی کھٹاؤں کی نذر ہو گئے ۔۔۔۔ اور آج کل پھر ۔۔۔۔
پاکستان کے قیام کے 25 سال کے بعد اس سرزمین سے
آئین کو آئین دینے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اب دیکھیں یہ بیل
کیسے منڈھے چڑھتی ہے؟

آئینی سمجھوتے پر دستخط کرنے والے زعمائے قوم نے ہمیں
یہ مژدہ سنایا تھا کہ اس ملک کا نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان"
ہوگا۔ یہاں کا سرکاری مذہب اسلام ہوگا۔ اور قرآن سنت
کے منافی کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا جنوری 1973ء کے
شروع میں جو صورت حال سامنے آئی اس میں یہ نہیں کہا جا سکتا
کہ آئینی سمجھوتے کا تقدس کہاں تک قائم رہے گا۔ بہرحال اگر
مذکورہ بالا تمام "اسلامی" شقیں آئین میں شامل بھی ہوں تو یہ
نہیں کہا جا سکتا کہ آئین اسلامی ہوگا۔ اس لیے کہ 1973ء کے
پہلے دونوں آئینوں میں مذکورہ بالا شقیں کم و بیش شامل
رہی ہیں۔ ان دونوں آئینوں میں بھی مملکت کے اسلامی جمہوریہ
ہونے اور قرآن و سنت کے منافی قانون سازی نہ ہونے
کی بشارتیں سنائی گئی تھیں مگر عمل اس کے برعکس ہوا
1956ء کے آئین کو کام کرنے کا موقع دینے سے پہلے
ہی شہید کر دیا گیا تھا مگر 1962ء کا آئین اپنے تمام

"اسلامی" منشور جات کے باوجود غیر اسلامی قوانین کو وجود میں آنے
سے نہ روک سکا۔ شراب اسی طرح چلتی رہی۔ سود کا کاروبار
جاری و ساری رہا، قمار بازی، حرام کاری اور دیگر تمام فواحش
کو اس "اسلامی" آئین میں تحفظات ملتے رہے اور اسلام کے
نام لیوا اس منہ چڑاتی ہوئی صورت حال کو دیکھ دیکھ کر تصویر
حیرت بنے رہے۔ اب بھی اگر الفاظ و معانی میں مطابقت کا
اہتمام نہ کیا گیا تو پہلے سے بدتر صورت حال سامنے آئے
گی (خدا نخواستہ)

ہمارے ملک میں خوش اعتقادی کا رواج بہت ہے ہر آدمی
سے امیدیں باندھ لینے میں ہم بہت فیاض واقع ہوئے ہیں
فراڈ ایسے خوبصورت الفاظ، دل خوش کن ترکیبیں اور دلاویز
نعرے میں اپنے ساتھ بہا لے جانے کی قدرت رکھتے
ہیں۔ ورنہ حقیقت پسندی سے کام لیا جائے تو برملا یہ
کہنا پڑے گا کہ مستقبل قریب میں دستور اسلامی کے نفاذ کی
کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ اتنی بڑی بات کہہ دینے کے
بعد ہم اس کی وجوہ کے بارے میں اشارہ کرنا ضروری سمجھتے
ہیں۔ اسلامی آئین کے نفاذ کے سلسلے میں علمائے کرام کے
کمزور کردار کے بارے میں ہم گزارش کر چکے ہیں۔ اگر علمائے
کرام تدریس و تبلیغ کی محدود سرگرمیوں سے بڑھ کر کوشش
کرتے تو نتائج یقیناً مختلف ہوتے لیکن اس کے باوجود یہ
حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ غیر اسلامی اور غیر ملکی
نظریات و عقائد کے مبلغوں نے اسلام، شعائر اسلام اور
علمائے حق کے خلاف ہذیان گوئی سے ان کی حیثیت کو مجروح
کرنے کی انتہائی کوشش کی ہے، سیاست کو وہ گھناؤنا
کاروبار بنا دیا گیا ہے جس میں کسی شریف آدمی کے داخلے
کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ اخلاق و کردار کی جہت سے انسانوں
کو اتنا کمزور بنا دیا گیا ہے کہ کسی صاحب قلم، صاحب غیرت
و صحت اور صاحب عزت کی عزت محفوظ نہیں رہی۔

چنانچہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ علمائے کرام ہی پر تمام تر
ذمہ داری نہیں ڈالی جا سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ دستور اسلامی کی راہ میں رکاوٹ بننے والا
سب سے بڑا گروہ سوشلزم اور کمیونزم کے ان حامیوں
کا ہے جو دین کے سب سے بڑے دشمن ہیں اخلاق کو
فضول سمجھتے ہیں جھوٹ اور تمام غیر اخلاقی برائیوں کو
مقاصد کے حصول کے لیے ضروری خیال کرتے ہیں
اور ہر شعبہ زندگی میں گھس کر قوم سے اخلاقی اور دینی اقدار
کا خاتمہ کرنے کے لیے شب و روز مصروف کار ہیں اور
ان لوگوں نے اپنی پیہم جدوجہد اور مسلسل تگ و دو
سے اخلاق کے خلاف ایک مؤثر فضا پیدا کر دی ہے دین
بیزاری کا رجحان عام کر دیا ہے اور دین پرستوں کے خلاف
اتنی اتہام تراشی اور بہتان طرازی کی ہے کہ دین داروں
کے لیے ان طرازیوں سے پہلو بچانا ناممکن ہو گیا ہے۔۔

سیاست میں جو لوگ غیر اسلامی نظریات کے علمبردار
ہیں ان سے قطع نظر بھی جو سیاست دان ہیں، وہ مجموعی
طور پر اچھے اخلاق کردار کے حامل نہیں ان کی ذاتی زندگیاں
اسلام سے قریب نہیں ہیں۔ وہ فواحش اور فسق و فجور کا شکار
ہیں ان میں زیادہ تر لوگ اونچے امیر طبقے سے ہیں جو سرمایہ دارانہ
طریق زندگی اختیار کیے ہوئے ہیں اور اسلام کو اپنے
کی راہ کا کانٹا سمجھتے ہیں اس لیے وہ بھی مؤثر طور پر اسلامی
نظام کے حق میں کوئی آواز نہیں اٹھاتے، سیاسی ضرورتوں کے
تحت اسلام کے نام لینے سے انھیں کوئی عار نہیں، مگر اسے
زندگیوں پر نافذ کرنے کے متعلق سوچنا بھی انھیں گوارا نہیں
پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ مغربی تعلیم کی سحر کاریوں کے باعث
مغربی سوچ تک ہی محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ کسی ملک کا
تعلیم یافتہ طبقہ ہی عام لوگوں کی رائے پر چھایا، اثر انداز ہوا کرتا ہے
تعلیم [illegible] بھی سکھائی [illegible]

دین کا تصور کم سے کم ہوتا ہے اور کم ہوتا ہوا معدوم ہو جاتا ہے تعلیم
نہیں سکھاتی ہے کہ دنیا بھر کی اچھائیاں، دنیا بھر کے علوم و
فنون مغربیت سے آئے ہیں اسلامی تاریخ ان سے بے بہرہ
اور تہی دامن ہے اس تعلیم کے باعث پڑھے لکھے لوگ اسلام
کو "دقیانوسیت" کا شاہکار سمجھتے ہیں اور اپنی کم علمی اور
بے علمی کے باعث اسے عملاً بیگانہ خیال کرتے ہیں
رائے عامہ کی تعمیر میں سب سے بڑا حصہ ذرائع ابلاغ ادا
کرتے ہیں لیکن ہمارے ملک کے ذرائع ابلاغ بکاؤ
مال ہیں جو چاہے انھیں خرید کر اپنے مقاصد کی خاطر
استعمال کر سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ عامۃ الناس کی صحیح رہنمائی
سے قاصر رہتے ہیں۔ اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن یک
رخی خبریں شائع کرتے ہیں جانبدارانہ اداریے اور کالم لکھتے
ہیں اور حقائق سے بیگانہ رکھنے کے لیے عوام کو طرح طرح
کے فریب دینا ضروری خیال کرتے ہیں ملک کے ذرائع
ابلاغ پر یا تو ایسے لوگ مسلط ہیں جو اسلام کے مخالف
ہیں اور غیر ملکی نظاموں کے علمبردار اور داعی ہیں کچھ
اخبارات ان لوگوں کے حیطۂ اختیار میں ہیں جو سرمایہ دار
اور جاگیردار ہیں، اور وہ اسلامی نظام کے تحت جینے
کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے کچھ اخبارات دوسرے
ممالک کے حاشیہ بردار ہیں کچھ اخبارات ملکی سیاسی
جماعتوں کے آرگن ہیں مگر اسلامی نظام کے داعیوں اور
مبلغوں کو کبھی اس کی توفیق نہیں ہوئی کہ کوئی موثر اخبار
نکال سکیں جو دستور اسلامی کے نفاذ کے تحریک کے
سلسلے میں کوئی مثبت کردار ادا کر سکتا ہو۔
سب سے بڑی خامی اسلام کے نام لیواؤں میں اتحاد کی کمی
اور انتشار و افتراق کی فراوانی ہے ایسے لوگ جو اسلام
کو ملک کے حاکم کی اصلی حیثیت سے نافذ کرنے کے خواہش مند
ہیں بظاہر مخلص بھی نظر آتے ہیں، وہ بھی کسی دوسرے

کے ساتھ مل بیٹھنے کا تصور نہیں کر سکتے اپنی شخصیت
کو بڑھانا اور چڑھانا اور صرف اپنی ہی شخصیت کو ابھارنا
اور نکھارنا..... یہ ہے وہ اصلی قومی مرض جس نے بے
انتہا برائیوں کو معاشرے میں جنم دیا ہے کسی دوسرے
کو برداشت کرنا بہتر سے بہتر اور بلند تر نصب العین کے
لیے بھی کوئی گوارہ نہیں کرتا۔
اب رہ گئے عوام..... تو ان بے چاروں کی حالت ناگفتہ
بہ ہے گزشتہ پچیس برس میں پاکستان کے قیام سے اب تک
ان غریبوں کو "اسلام" کا نام لے کر دھوکے دیئے گئے
کہا گیا کہ آئین میں شقیں موجود ہیں کہ یہ اسلامی جمہوریہ ہے
اور یہاں قرآن و سنت کے منافی قوانین نہیں بنیں گے
جب کسی نے کوئی آواز بلند کی اسے اسلام کا نام لیکر دبا
دیا گیا اس مقصد کے لیے ہر حکومت کی طرف سے "مولویوں"
کی خدمات بھی کرائے پر حاصل کی جاتی رہیں۔ ان کے ساتھ
ذرائع ابلاغ اپنی ریشہ دوانیوں میں اور سیاست دان اپنی پخت
و پز میں مصروف رہے عوام کو جو دھوکہ دیا گیا، اسلام کے
نام پر۔ جب بھی ان کا کسی طرح استحصال کیا گیا اسلام کے نعرے
کو استعمال کیا گیا غربت، بے روزگاری، اشیائے صرف کی
گرانی نے اور اس حقیقت نے کہ موجودہ انحطاط پذیر
معاشرے میں واحد قابل عزت اور لائق تکریم چیز دولت
ہے، عوام کو شدید احساس محرومی میں مبتلا کر دیا ہے
ملک سے درمیانہ طبقہ معدوم ہو گیا ہے اور امیر اور غریب
دو طبقے ہی باقی رہ گئے ہیں لوگوں کی ضرورتیں بڑھ گئی
ہیں، اخراجات زیادہ ہوتے جا رہے ہیں اور آمدنی کم سے
کم ہوتی جا رہی ہے، ایسے میں ایک طرف تو اسلامی نظام
کے حامیوں نے غریبوں کی ضروریات زندگی کے حصول اور
ان کے معاشی و معاشرتی مسائل کے حل کو اسلام کی روشنی
میں موثر اور عام فہم انداز میں سمجھا سکنے میں کوتاہی ہوئی۔

دوسری طرف سیاست و حکومت اور معاشرت و مذہب کے دوائر میں اسلام کے نام کی کثرت استعمال نے اس کو غیر مؤثر بنایا اور تیسری طرف غیر اسلامی نظاموں کے علمبرداروں نے اس بات کو زیادہ سے زیادہ اجارہ کر دکھایا ہے اسلام، جو غیروں کو مارتا ہے اظہار رائے کا گلا گھونٹتا ہے وغیرہ وغیرہ ساتھ ہی وہ پورے زور سے، بڑے مؤثر اور دلنشین پیرائے میں لوگوں کے دلوں میں یہ باتیں اتارتے رہے کہ سوشلزم ہی لوگوں کے دکھوں کا علاج ہے۔

معاشی ناہمواریوں، اشیائے صرف کی گرانی، عوام کی مجبوریوں سوشلزم کے حامیوں کے مسلسل پروپیگنڈے اور اسلامی نظام کے داعیوں کی بے عملیوں، افتراق و انتشار اور تکنیکی خامیوں نے عامۃ الناس کے دلوں سے دولت کے علاوہ ہر قدر کو حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔ معاشرے سے اخلاقی اقدار ختم کر دی گئی ہیں دولت کے حصول کے لیے جائز و ناجائز کا تصور مٹا دیا گیا ہے اور اسلام اور اسلامی نظام کے ساتھ جذباتی لگاؤ کم سے کم ہو گیا ہے نتیجے کے طور پر عوام اسلامی دستور کے لیے قربانیاں دینے کے تصور سے خالی الذہن ہو گئے ہیں انہیں مؤثر طور پر یہ بتایا اور جتایا نہیں جا سکا کہ اسلامی نظام اپنے اندر وہ تمام خوبیاں رکھتا ہے، جو معاشی ناہمواریوں کو دور کر سکتا ہے اور غریب کے استحصال کو نقطۂ الہامی دین ہی ختم کر سکتا ہے،

مذکورہ بالا ملکی صورت حال میں دستور اسلامی کی بات کرنا اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے دستور اسی وقت نافذ ہو سکے گا جب اس نصب العین کے لیے قربانیاں دینے والا کوئی گروہ پیدا ہوگا اسلامی نظام کے نفاذ کے داعی باہمی اتحاد و یگانگت شعار کریں گے مؤثر اور دلنشیں انداز میں عوام تک نیکی کا پیغام پہنچائیں اور پھیلائیں گے نشر و اشاعت کے ذرائع ابلاغ بھی دستور اسلامی کے حق میں آواز اٹھائیں گے اور تعلیم، سیاست وغیرہ کے شعبے تطہیر کے عمل میں آئیں گے جب گلی کوچے اس نعرے سے گونجیں گے کہ اس ملک کو اسلامی نظام کی تمام برکات سے متمتع ہونے کا موقع دیا جائے جب علمائے کرام تدریس و تبلیغ کی محفوظ و معلوم جگہوں سے باہر نکل کر تحریک چلانے کے لیے سامنے آئیں گے قوم کے اخلاق و کردار کی ڈوبتی ہوئی شکستہ کشتی کی مرمت ہو سکے گی اور جب دولت ہی واحد قدر حیات نہ رہے گی،

بلاشبہ کام بہت بڑا ہے مگر جس وقت حق کی راہ میں گامزن ہونے کی ٹھان لی جائے اور راہ کی سختیوں اور مشکلات کو خاطر میں نہ لانے کا عہد کر لیا جائے تو تمام مشکلات آسان ہو جاتی ہیں، کوئی گروہ اس کا بیڑہ تو اٹھائے کوئی جماعت اس وادی پر خار میں قدم دھرنے کی جسارت تو کرے!

طواف کرتی ہے منزل اسی مسافر کا
جو راستے کے خم و پیچ سے نہ گھبرائے

راجا رشید محمود
مدیر ماہنامہ "آستانہ پاک" اظہر منزل نیو
شالامار کالونی۔ ملتان روڈ لاہور ۶

کنجاہ میں ڈاکٹر اللہ دتا صاحب کا عرس

حسب معمول حضرت مولانا الحاج رئیس الاصفیاء ڈاکٹر اللہ دتا رحمۃ اللہ علیہ کا سالانہ عرس شریف ۱۴/۱۵ اپریل بروز ہفتہ، اتوار منعقد ہو رہا ہے۔ حضرت شمس الملت اور حضرت جوہر الملت مدظلہ العالی صدارت فرمائیں گے۔

(ادارہ)

مسائل تصوف

ملفوظات ــــ شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہٗ

راوی بیان کرتا ہے کہ شعبان المعظم کی ۷ تاریخ بروز پیر وار نبدہ حضور پر نور (غلام علی شاہ) کے دربار میں حاضر ہوا اس وقت آپ فرمارہے تھے کہ فقر چند اعمال سے عبارت ہے جن پر سالک کو مداومت کرنی واجب ہے فقر علم سلوک اور مراقبات وغیرہ کا نام نہیں؛ جن سے کتابیں بھری ہوئی ہیں یہ ایک خزانہ ہے جو سینہ میں ہے علم نہیں کہ اس کے سفینہ (کتب) کی ضرورت پڑے اس کے بعد حاضرین میں اس بات کا ذکر ہوا کہ ولی کی ولایت اس جہان سے انتقال کر نیکے بعد باقی نہیں رہتی مگر چند جگہوں میں آپ نے فرمایا کہ ولایت جو واؤ کے کسرہ سے ہے اور جس کے معنی تصرف کے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ باقی رہتی ہے یا نہیں؟ صحیح تر بات ہے کہ جو بہت اونچے درجے کے اولیاء اللہ ہیں انکا تصرف جہان سے انتقال کے بعد بھی باقی رہتا ہے جیسا کہ حضرت غوث اعظم اور حضرت بہاؤ الدین نقشبند اور حضرت خواجہ معین الدین اور دیگر اکابر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے تصرفات باقی ہیں:

بروز بدھ ۷ شعبان المعظم کو آپ کے دربار میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا کہ اس طریقہ انیقہ (برگزیدہ) میں مجاہدات اور ریاضیات اور چلہ کشی وغیرہ مشقتیں نہیں ہیں اس طریقہ کے بزرگوں نے کوئی عمل اور اوراد مقرر نہیں کیے ان کے عمل یہی ہے کہ اس کو حضور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق کیا جائے اور بدعات نامرضیہ سے اجتناب کیا جائے ان کے طریقہ میں ذکر جہر اور سماع اور وجد و تواجد اور آہ و نعرہ نہیں ہے اس طریق کے راہرو پر لازم ہے کہ خاموش ہو کر دل کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور ذکر خفی میں مشغول ہو اور سانس میں نفی و اثبات کرے اس طریقہ میں دم روکنے کی کوئی تعلیم نہیں دم روکنا ہندوؤں کا کام ہے کہ وہ کان اور ناک کے سوراخوں میں روئی ٹھونس کر دماغ میں سانس کو روکتے ہیں اور ہمارے بزرگ سانس کو ناف کے نیچے روک کر خیال کے ساتھ کلمہ لا کو ناف کے نیچے سے کھینچکر دماغ تک پہنچاتے ہیں اور الٰہ کو دماغ سے دائیں کاندھے پر لاتے ہیں اور الا اللہ کو دائیں کاندھے سے کھینچ کر دل پر ضرب مارتے ہیں: اس طرح کہ جو لطائف سینے میں واقع ہیں وہ تمام اس کے ضمن میں آجائیں اور جب سانس تنگ ہوتا ہے تو اس کو چھوڑ دیتے ہیں: لیکن ہر سانس میں کلمہ طیبہ طاق عدد کی رعایت سے کہتے ہیں اور جب سانس لیتے ہیں تو اس وقت سانس کے ہمراہ محمد رسول اللہ دل کے مقابل کا لحاظ کر کے کہتے ہیں اسطرح گویا یہ مبارک کلمہ دل میں آرہا ہے اور تمام رگ و پے میں سرایت کر رہا ہے۔

جمعرات آٹھویں شعبان المعظم: کہ میں طالب یعنی مرید کو پہلے عالم امر کے لطائف خمسہ کی جدا جدا توجہ کرتا ہوں اور ان کے تصفیہ کے بعد لطیفہ نفس کے ساتھ نسبت کا ارتقا کرتا ہوں اور پانچوں لطائف کو چراغ کے رنگ پر ہیں اور ان میں ہر ایک چمکتا ہے جمع کر کے پوری ہمت کے ساتھ پانچ چراغوں کی ایک مشعل بنا کر اڑا دیتا ہوں اس کے بعد فرمایا۔

میلاد نمبر

ماہ اپریل کا شمارہ میلاد نمبر ہوگا۔ جس میں صرف حضور پر نور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور آپ کے فضائل ذکر کئے جائیں گے۔ (گوہر)

مشعلِ راہ

مشیخت یا پیری

مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ایک مکتوب کی روشنی میں

اولیاء اللہ وہ پاک نفوس اور برگزیدہ اشخاص ہیں جو نفس کے تکدر و کثافت سے پاک ہو کر اپنے رب کی عبادت اور اس کے ذکر اور اس کی رضا و قرب کے حصول میں مصروف اور سرگرم عمل رہتے ہیں کثرت عبادت اور گناہوں کے تجنب کے باوجود وہ عجب و خود پسندی میں گرفتار ہو کر اپنے تقدس اور نیکوکاری پر مغرور نہیں ہوتے، بلکہ شب و روز کی عبادت میں رہنے اور راتوں کا اکثر حصہ اپنے رب سے لو لگانے کے باوجود جب سحری کا وقت آتا ہے جو نزول رحمت کا خاص وقت ہے جس وقت اللہ تعالیٰ اپنی تمام مہربانیوں اور رحمانی صفات کے ساتھ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے اور ان کی حاجت روائی کرنے اور ان کو رزق عطا کرنے اور طرح طرح کی امراض سے صحت و شفا عطا کرنے کے لیے بندوں کو ندا کرتا ہے تو وہ اپنے رب سے اپنی عبادت کے قصور اور اس کی کوتاہی سے طالب مغفرت ہوتے ہیں گریہ زاری کرتے اور ندامت کے آنسو بہاتے ہیں، ان میں خودی نہیں ہوتی نہ وہ اپنے نفس کو دیکھتے ہیں اور نہ اپنے اعمال صالح اور عبادت اور ذکر و فکر کو اس لیے کہ عبادت اس کی عبودیت کا فرض ہے جس کو ادا کرنے سے چھٹکارہ نہیں یہ تو ایک قرض ہے اور جب قرض ادا کرنے والا قرض دینے والے پر کوئی احسان نہیں رکھتا تو اسی طرح جس نے اپنی عبودیت کو سمجھا وہ عبادت کرتے وقت اگرچہ کتنی ہی کیوں نہ ہو اللہ پر احسان نہیں رکھتا، قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو جنہوں نے حضور علیہ السلام پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان جتلایا تھا

فرمایا اے محبوب، ان کو فرما دو کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر اپنے مسلمان ہونے کا احسان مت رکھو بلکہ اللہ کا تمہارے اوپر احسان ہے کہ اس نے تم کو مسلمان بنایا: غرض عبادت رب العالمین کا بندے کے ذمے قرض ہے جس کا ادا کرنا اس کے لیے ضروری ہے اس کے علاوہ ہر عبادت اللہ کی توفیق اور اس کی مہربانی اور اس کی جانب سے اسباب مہیا ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے بھی کوئی احسان نہیں جتلایا جا سکتا اور نہ ہی اس پر ناز اور فخر کیا جا سکتا ہے، ولی ہر حال میں تواضع فروتنی اور انکساری اور تضرع و زاری کے اوصاف سے متصف ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا وہ اپنے رب کو دیکھتا ہے وہ عبادت کو نہیں دیکھتا وہ اس ذات برتر کو دیکھتا ہے جو اس کا حق دار ہے وہ جب اپنی عبادت کو جو اس نے کی ہے رب تعالیٰ کی ذات برتر کے مقابلہ میں دیکھتا ہے تو شرمسار ہوتا ہے اور اپنی عبادت اور ذکر و فکر زہد و ریاضت کو عین قصور اور انتہائی کوتاہی اور کمی میں دیکھتا ہے تو توبہ و استغفار اور تضرع و زاری کرتا ہے، جس شخص کو اپنی عبادت پر ناز ہو۔ اور وہ عجب اور خود پسندی کا شکار ہو کر دوسرے لوگوں کو کمتر اور حقیر جانتا ہو اور مشیخت کے غرور میں وہ اپنے آپ کو لوگوں سے برتر تصور کرتا ہو اور اس کو اپنے گناہوں اور خطاؤں کا احساس و شعور نہ ہو بلکہ لوگوں کو خطاکار سمجھتا ہو اور اپنے آپ کو خطاؤں کی دنیا سے بہت بلند جانتا ہو اس کا ولی ہونا تو کہیں رہ گیا وہ ولایت کی بو تک نہیں پاتا۔ ولی وہ ہیں جو اپنے آپ کو فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کا بھی پابند کریں اور کبائر سے اجتناب کے ساتھ صغائر سے بھی منزہ ہو چکیں اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا حقیر [illegible]

نہ والصور کریں تکبر اور غرور ان کے نزدیک تک نہ پھٹکے نیک
آدمی کو اس کی نیکیوں کا غرور تباہ و برباد کر دیتا ہے شیطان
کو کس چیز نے راندۂ درگاہ بنایا!

اس نے تکبر کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا اور آدم علیہ السلام کو حقیر اور
کمتر جانا ان کے آگے جھکنے سے انکار کیا۔ حضرت مجدد الف
ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکتوبات شریف میں مکتوب نمبر ا میں
اس بات پر خوب روشنی ڈالی ہے ملاحظہ فرمائیں،

ہم فقیروں پر لازم ہے کہ ہم ہمیشہ عاجزی اور شکستگی تمرینی و انکساری
اور تضرع و زاری سے رہیں اور وظائف عبودیت کے ادا کرنے
اور حدود شریعت کی محافظت اور پاسبانی میں کوئی دقیقہ فرو
گذاشت نہ کریں، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اتباع
اور پیروی میں سرگرم عمل رہیں اور اعمال صالحہ میں اپنی نیتوں کو درست
کریں اور باطن کو تمام خیالات فاسدہ و اہیہ اور وساوس خبیثہ دلکو
سے پاک اور صاف رکھیں اور اپنے ظاہر کو طاعت و عبادت کے
حوالے کر کے اپنے آپ میں عیبوں کی کثرت اور گناہوں کا غلبہ ملاحظہ
کریں اپنی عبادات اور نیکیوں کو اگرچہ بہت نہیں ہی ادا جانیں اور
اپنے گناہوں کو اگرچہ قلیل ہوں کثیر جانیں شہرت اور قبول حق سے جو
نہایت بری اور مہلک امراض ہیں ڈرتے رہنا چاہیے حدیث
شریف میں ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا
ہے کہ آدمی کے برا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ دینیا یا دینی کی
جہت سے اس پر انگلیاں اٹھیں ہم فقیروں کو لازم ہے کہ ہم اپنے
اعمال اور نیات میں قصور اور کمی دیکھتے رہیں اگرچہ وہ صبح روشن
کی طرح بالکل ٹھیک اور کھرے ہی کیوں نہ ہوں اور اپنے احوال
و مواجید یعنی کشف و کرامت اور دعاؤں کی قبولیت کو خاطر میں
نہیں لانا چاہیے اگرچہ وہ واقع کے مطابق اور عین ثواب اور حقیقت
کے قریب ہی کیوں نہ ہوں اس لیے کہ ولایت اور قرب حق کی
راہ میں یہ چیزیں قابل اعتماد نہیں ہیں بلکہ بسا اوقات اس راہ کے
رہزنوں کیسے مہلک [illegible]

ہم فقیروں کو اس بات پر بھی فخر نہیں کرنا چاہیے کہ ہم
دین کی خدمت اور اس کی تبلیغ کرتے ہیں اور ہمارے
دم قدم سے دین و ملت کو بڑی تقویت پہنچ رہی
ہے اور لوگوں کو گمراہی کی تاریکی سے نکال کر نور ہدایت
میں لا رہے ہیں اور لوگوں کو ہماری ذات سے نفع
عظیم مقصود ہے۔ اس لئے کہ دین کی خدمت بسا اوقات
اللہ تعالیٰ فاسق و فاجر سے بھی لے لیتا ہے جیسا کہ حدیث
شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

ان اللہ لیؤید ھٰذا الدین بالرجل
الفاجر

بے شک اللہ تعالیٰ تائید و تقویت کرتا
ہے اس دین کی کسی فاجر آدمی کے ساتھ

تو جو کام اللہ ایک فاجر آدمی سے بھی لے سکتا ہے
اس پر فخر و ناز کرنا لاحاصل ہے۔ جب کسی پیر کے پاس
کوئی طلب کی نیت اور ارادے سے آئے تو اس کو اپنے
نقصان کے لئے شیر نیستاں کی طرح دیکھنا چاہیئے، اس
لئے کہ بہت ممکن ہے وہ شخص جو مرید ہونے کے
لئے آیا ہے، پیر کی روحانیت کے سلب ہو جانے کا باعث
ہو۔ اور اس کو استدراج جیسے خطرناک اور مہر بھنور
میں ڈالے جس سے نکلنا اس کے لئے اپنے بس
کا روگ نہ ہو۔ اگر کوئی اس بات پر خوش ہوتا ہے
اور فخر کرتا ہے کہ لوگ اس کے حلقۂ ارادت میں
بکثرت داخل ہو رہے ہیں اور اس کے مریدوں اور
محبوں کی دن بدن کثرت ہوتی جا رہی ہے تو یہ چیز
اس کے حق میں کفر و شرک سے کمتر نہیں اس کا تدارک
توبہ و استغفار اور ندامت سے کرنا چاہیئے —
مریدوں کی کثرت اور لوگوں کا رجوع کوئی خوشی

بقیہ صفحہ ۱۶ پر

از شاعرِ حقیقت بیان الحاج میاں نور محمد خالدی۔ جماعتی لاہور

مدینے کو جوگن چلی جا رہی ہے

تصور میں ہیں سبز گنبد کے جلوے، تجلی گناہوں کو تڑپا رہی ہے
محبت کی دنیا میں ہلچل مچی ہے نظر ان کی نظروں سے ٹکرا رہی ہے

میرے حال کی ہو خبر آپ کو، بلا لو مدینے کرم کی نظر ہو!
میں قربان، دردِ محبت کے صدقے، تیری یاد رہ رہ کے تڑپا رہی ہے

نہیں بحرِ عصیاں کا کوئی کنارہ بچا ناخدا کملی والے خدا را
ہے وقتِ مدد کیجیے آقا اشارہ کہ کشتی بھنور میں مری آ رہی ہے!

تمہیں برتری دی بشر پر ملک پر، بشر کی کہاں تاب جائے فلک پر
یہ شانِ مجسم یہ نورِ مبینا، لباسِ مجازی کو جھٹلا رہی ہے

تو وہ نور ہے جس سے روشن جہاں ہے زمیں آسماں عرش کون و مکاں ہے
دلوں میں تجلی تیری ضو فشاں ہے نگاہوں میں بجلی سی تڑپا رہی ہے

ہے دل میں مدینہ تصور میں روضہ زباں پر محمد خدا پر بھروسہ
گلے میں ہے کفنی ہے ہاتھوں میں کاسہ مدینے کو جوگن چلی جا رہی ہے

مقامِ فنا ہے یہ ہستی مٹا دو، درِ مصطفیٰ ہے یہ گردن جھکا دو!
یہاں اپنی عشاق آنکھیں بچھا دو کہ آقا کی میرے گلی آ رہی ہے

گنہگار ہے نور للہ بچا لو، بلا لو مدینے بلا لو، بلا لو!!
تڑپتا [illegible]

نور محمد خالدی لاہور

حقیقتِ نفس

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد
والہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ؎

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ
فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۔ (سورۂ فجر پارہ ۳۰)

ترجمہ: اے نفسِ مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف رجوع کر یوں کہ تو اس سے راضی ہو اور وہ تجھ سے راضی ہو اور داخل ہو میرے خاص بندوں میں اور داخل ہو جنت میں۔

جاننا چاہیے کہ نفس کی حقیقت کا معلوم کرنا سخت مشکل ہے۔ جسم انسانی میں جو عضو ہیں ان کے جداگانہ نام ہیں وہ اپنی اپنی جگہ پر محدود ہیں، اور دیکھے جاتے ہیں لیکن قوائے باطنیہ مثل نفس اور عقل اور روح کے دکھائی نہیں دیتے مگر یہ سب اپنا اپنا کام کرتے ہیں۔ منجملہ ان کے نفس ایک لطیفہ کا نام ہے اور وہ ہر شخص میں ہے — کیفیت اس نفس کی یکساں نہیں رہتی کیونکہ وہ عقل و تمیز و تعلیم سے تبدیل ہو سکتی ہے اور اس کے مختلف مراتب اور جداگانہ اوصاف ہیں۔ قرآن مجید کی رو سے نفس کو چار اقسام پر منقسم کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں:

(۱) نفس امارہ (۲) نفس لوامہ
(۳) نفس مطمئنہ (۴) [illegible]

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے نفس مطمئنہ کا ذکر فرمایا یعنی معرفت خداوندی سے اطمینان پانے والا۔

نفس کا اطلاق دو معنی پر کرتے ہیں کبھی تو اس سے چیز کی ذات اور حقیقت مراد ہوتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے: یہ چیز بنفسِ خود قائم ہے اور کبھی نفس سے مراد نفسِ ناطقہ ہوتی ہے یعنی بدن کی ترکیب کے اجزا ءلطیفہ کا خلاصہ اس کو روح حیوانی طبعی بھی کہتے ہیں اور وہ نور جو کہ روح علوی انسانی سے اس پر فائض ہوتا ہے اور اس نور کے ذریعہ سے تقویٰ اور فجور کے الہام کا صدور ہوتا ہے چنانچہ سورۂ والشمس میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

ونفس وما سوّٰىها فالهمها فجورها
وتقوٰىها۔

ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس نے اس کو ایسا بنایا اور درست کیا اور الہام دیا بدکاری اور پرہیزگاری پر۔

یہ نفس ناطقہ کی شان میں ہے اور اس کے تمام اوصاف کی معرفت مشکل ہے انسان کو چاہیئے۔ کہ پہلے اپنی ہستی کو پہچانے کیونکہ اپنے کو پہچاننا حق تعالیٰ کی معرفت کی کنجی ہے۔ چنانچہ بزرگان دین کا مقولہ ہے

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

جس نے اپنے نفس کی حقیقت کو پہچان لیا وہ اپنے رب کا پہچاننے والا یا جاننے والا ہو گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَ فِیْ اَنْفُسِھِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَھُمْ اَنَّہُ الْحَقُّ۔

یعنی اپنی نشانیاں جہان میں اور ان کی ذاتوں میں ہم ان کو دکھاتے ہیں تاکہ حق کی حقیقت ان کو ظاہر ہو۔

یہ ہر شخص کو معلوم ہے کہ انسان کی اپنی ذات سے زیادہ قریب کوئی چیز نہیں ہے اگر آپ کو خود نہیں پہچانے گا تو اور کیا جانے گا۔ اگر یہ خیال ہو کہ ایسی پہچان خدا کی معرفت کی کنجی نہیں ہو سکتی تو یہ خیال غلط ہے کیونکہ یوں تو اپنے تئیں جانور بھی پہچانتے ہیں جیسا کہ ہر ایک اپنے ظاہر اسر۔ منہ۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ گوشت کو پہچانتا ہے اور باطن کا اتنا حال جانتا ہے کہ جب بھوکا ہوتا ہے روٹی کھاتا ہے جب غصہ میں ہوتا ہے تو کسی سے لڑ بھڑ تا ہے اور جب شہوت ہوتی ہے تو مادہ کا طالب ہوتا ہے۔ ان باتوں میں سب جانور آدمی کے برابر ہیں لیکن انسان کو اپنی حقیقت ڈھونڈنا چاہیئے کہ وہ کون ہے کہاں سے آیا ہے کدھر جائیگا یہاں کیوں آیا ہے اور خدا نے اس کو کس کام کے لئے پیدا کیا۔ اس کی نیک بختی کس میں ہے اور بدبختی کس میں اور یہ صفتیں جو اس میں ہیں بعض چرند و درند بعض شیاطین اور بعض فرشتوں کی ہیں۔ ان میں سے وہ کون ہے اور اس کی اصل حقیقت کیا ہے اور کیا کیا صفت اس میں مستعار ہیں جب تک یہ نہ جانے گا اپنی سعادت کو نہ پائے گا۔ اور ان میں سے ہر ایک کی غذا الگ الگ ہے اور سعادت جدا جدا۔ کھانا پینا سونا فربہ و قوی ہونا تو چارپایوں کی صفت ہے۔ اگر تو چارپایہ ہے تو دن رات یہی کوشش کر کہ تیرے پیٹ فرج کا کام بنے اور مارنا دھاڑنا درندوں کی صفت ہے اور شر نکالنا و حیلہ و مکر کرنا شیطان کی صفت ہے اگر تو بھی انھیں میں سے ہے تو ان کے سے کام میں مشغول رہیگا اور خدا کا جمال دیکھنا فرشتوں کی شان ہے۔ غصہ کو اور چارپایوں کو اور درندوں کی صفتوں کو اس میں دخل نہیں اگر انسان فرشتوں کی اصل رکھتا ہے تو اپنی اصل میں کوشش کر کہ جناب الہٰی کو پہچانے اور اس کے جمال کے مشاہدے میں راہ پائے اور شہوت اور غصے کے ہاتھوں سے نجات پائے اور اس بات کی یہاں تک تلاش کرے کہ اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ خدا نے چرند و درند کی صفتیں اس میں کیوں پیدا کی ہیں۔ آیا اس لئے پیدا کی ہیں کہ وہ اسے پابند و قیدی بنائیں اور دن رات بیگار میں پکڑیں۔

باقی باقی

(نورالحسن تنویر ممبر انجمن طلباء اسلام پاکستان)

پیامِ بیداری

مسلمِ خوابیدہ اُٹھ آرام و راحت چھوڑ دے!
باگ اپنے کام کی رفعت کی جانب موڑ دے

گفتار کی گھڑیاں بیت گئیں تو رشتہ عمل سے جوڑ دے
بڑھ کے آگے پھر تو زنجیرِ غلامی توڑ دے

ہر کوہ کفر و شرک کا مسمار کر ہمت سے تو
ناطہ گستاخِ نبیؐ پھر اب نبی سے جوڑ دے

کام کا یہ وقت ہے کوئی نمایاں کام کر!
بر سرِ پیکار جب کوئی ہو ماتھا پھوڑ دے!

تنویرؔ میدانِ جہادِ اکبر و اصغر ہے یہ
فیصلہ حق و باطل پھر خدا پہ چھوڑ دے

(نورالحسن تنویر ممبر انجمن طلباء اسلام پاکستان)

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام ایک عالمگیر اصولی مذہب ہے اس کے قوانین اتحاد فطرت کے مطابق ہیں اس کے قواعد عمومیت کے رنگ میں تمام جزئیات عالم کو محیط ہیں تمام عالم اس حقیقت سے بخوبی آگاہ ہے کہ اسلام پادریوں، جوگیوں یا راہبوں کا مذہب نہیں اس میں ترک دنیا نہ صرف ناجائز ہے بلکہ گناہ ہے وہ دنیا میں اس لیے آیا ہے کہ بنی نوع انسان کو دین و دنیا کا صحیح مفہوم اور تعلق ذہن نشین کرائے اور دین و دنیا کی ترقی و سعادت کے ابواب وا کرے وہ اپنے متبعین کو دولتوں اور نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے دینی و دنیوی ترقی کی راہیں کھولتا ہے

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام میں سیاست کی تعلیم بھی ہے اس کا مدنی مدد سیاسی ہے اسلام ہی انسانیت نواز سیاست، مسرت افزا حضارت اور عالم افروز تمدن سکھاتا ہے وہ دنیا میں بنی نوع انسان کے لیے راحت و امن کا محافظ و ذمہ دار بن کر آیا ہے اسلام امن و سلامتی کا راستہ رحمت عامہ کا پیغام۔ اعتدال اور میانہ روی کا مسلک خوش حالی و فارغ البالی کا اور رحمت کا اور دین و دنیا کے ابواب کھولنے والا مذہب ہے بشرطیکہ اسلامی سیاست کا عملی اظہار ہو۔ اسلامی سیاست لوگوں کے دل و دماغ کی ایجاد نہیں۔ بلکہ رب السموات والارض کی مقرر کردہ سیاست ہے دلائل پیش خدمت ہیں۔

سیاست جماعتی زندگی کا نام ہے شخصی یا انفرادی زندگی اس کی ضد ہے انسان کا صرف اپنے خدا سے تعلق ہو یہ جوگیوں اور راہبوں کا مذہب ہے جو قانون قدرت کے ساتھ جنگ ہے اس کے مقابلہ میں اسلام اجتماعی زندگی بسر کرنا سکھاتا ہے اس نے جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے پر حد سے زیادہ زور دیا ہے اتحاد و اتفاق کی تعلیم اسلام کے ہر فرد سے عیاں ہے۔

(۲) اسلام نے حلال اشیاء اور عمدہ پوشاک اور جائز دنیوی لذات سے کنارہ کش رہنے کی قطعاً تعلیم نہیں دی دنیوی ترقیات سے نہیں روکا، اگر ایسا ہو تو سیاست مردہ جماعت فنا، اور انسان کے اس دنیا میں آنے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے

(۳) اسلامی تعلیمات کی رو سے انسان پر دو قسم کے حق لازم ہیں حقوق اللہ اور حقوق العباد، یعنی بندوں کے ذمہ کچھ اللہ کے حق اور کچھ بندوں کے اگر اسلام میں صرف اللہ کے حق ہوتے ایک انسان کا دوسرے انسان پر کوئی حق نہ ہوتا تو یہ جوگیوں اور راہبوں کا مذہب ہوتا اگر اس میں صرف سوسائٹی کے قواعد ہوتے تو ہر انسان یورپ کا ملحد ہوتا، مگر اسلام تو دین وسطی کا نام ہے اسلامی تعلیم کا منشاء دونوں قسم کے حقوق کو اپنی اپنی حدود پر قائم رکھتا ہے

(۴) تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے سے یہ بات مخفی نہیں رہ جاتی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحابہ کی زندگی میں دونوں رنگ یعنی مذہبی اور سیاسی موجود ہیں، فقیری میں بادشاہی کا جلوہ ہوتا جہاں وہ عابد شب

زندہ دار تھے وہاں وہ فاتح اور جرنیل بھی تھے غرض اسلام ہی ایک واحد مذہب ہے جس میں مذہب اور سیاست کی کوئی تفریق نہیں ایک مسلمان سیاست سے کنارہ کش رہ کر صحیح اور کامل مسلمان نہیں کہلا سکتا کیونکہ !

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

مسلمان بحیثیت کامل اور حقیقی مسلمان ہونے کے کبھی غلامی پر قناعت نہیں کر سکتا اسلام اور غلامی دونوں متضاد ہیں پس مسلمان سوائے خدا کے کسی کا غلام نہیں ہو سکتا، اگر وہ کسی کا غلام ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ اس کے اسلام میں نقص و فتور ہے انسانوں کو انسانی بندگی اور غلامی سے نجات دلا کر خدا کے حلقہ غلامی میں لے آنا اسلام کا ایک اہم مقصد ہے چنانچہ معاہدہ طور میں جس تعلیم کی نسبت حضور کی طرف کی گئی اس میں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ

حضور خلاف فطرت بوجھوں اور خلاف قانون شکنجوں کو غلاموں کے سروں سے اتار پھینکیں گے اس آیۃ مبارکہ میں بعثت نبوی کا ایک مقصد یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آپ بنی نوع انسان کو غلامی سے نجات دلائیں گے اس میں حقیقت، غلامی کو دو طرح سے بیان کیا گیا ہے

پہلے کے معنی بوجھ ہیں دوسرے کے معنی طوق کے یعنی غلامی، دو طرح کی ہے معنوی مذہبی پیشواؤں کی غلامی اور دوسرے مستبد حکمرانوں اور سرمایہ داروں کی غلامی ان دونوں قسموں کی غلامی سے نجات دلانا اسلام کا مقصد اولین ہے چونکہ اسلام دنیا میں حریت و آزادی کا دور دورہ کرنے کے لیے آیا ہے اور دنیا کے امن کا محافظ ہے اس لیے غلام ہونا اس مقصد کو ختم کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کی آزادی پر حملے

زیادہ زور دیا ہے ان کا غلام ہونا حق و صداقت کا غلام ہونا ہے یہ قانون قدرت ہے کہ جو قوم اپنے اندر سیاسی قوت نہیں رکھتی وہ کبھی اپنی مذہبی ہستی کو برقرار نہیں رکھ سکتی کسی قوم سے سیاسی قوت کا چھن جانا عذاب الٰہی ہے جیسی بڑی بڑی قومیں مبتلا ہیں جنکی وجہ سے وہ ذلت و مسکنت کی زندگی بسر کر رہی ہیں سیاسی قوت اور مرکزی تنظیم نہ ہونے کی وجہ سے انکی قومیت کا شیرازہ بکھر گیا وہ خون پیا بانڈ جیسی زندگی بسر کر رہی ہیں پس اسلام ایک سیاسی مذہب ہے اور بغیر سیاسی تفوق اور برتری کے اسلام اور مسلمان اپنی ہستی کو قائم نہیں رکھ سکتے، جبکہ منشاء خداوندی یہ ہے کہ دین حق کا تمام ادیان عالم پر غلبہ ہو اور مسلمان اس دنیا میں اعلان حق کرتے رہیں،

اسلامی سیاست دنیا کیلئے ابر رحمت ہے

اسلام امن و سلامتی کا داعی، رحمت عامہ کا پیغام ہے وہ اپنی سیاسی قوت سے اپنا تحفظ چاہتا ہے اسلام کی سیاست غریب داری کی سیاست نہیں اور نہ ہی اسکی حکومت غلام سازی کی حکومت ہے۔

بزمِ مشاعرہ

طرحی مصرع: "لوگ جاتے ہیں مدینے کو تو کیا لیتے ہیں"

مندرجہ ذیل شعراء ــــــ نے شرکت فرمائی۔ آئندہ کے لئے طرحی مصرعہ: "نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا"

میاں نور محمد نور خالدی

لوگ جاتے ہیں مدینے کو تو کیا لیتے ہیں
عشقِ محبوب و خالق کی رضا لیتے ہیں

بہرِ تعظیم وہ سر اپنا جھکا لیتے ہیں
لینے والے ہی محبت کا مزا لیتے ہیں

کچھ نہیں جانتے ہے گستاخوں خطاروں کو
رحمتیں حق کی وہاں اہلِ وفا لیتے ہیں

کچھ نہیں کھلتا ہے اسرارِ حقیقت واللہ
نہیں معلوم کہ کیا دیتے ہیں کیا لیتے ہیں

دل کو آتے رہیں آزارِ محبت کے مزے
مژدۂ وصل سے دکھوں کی کا صلہ لیتے ہیں

بینِ قبری و منبری ہے ریاض الجنۃ
لوگ دنیا میں ہی جنت کا مزا لیتے ہیں

مَن رَآنِی سے عیاں حکم ہے محبوبِ خدا
جس کو چاہیں درِ اقدس پہ بلا لیتے ہیں

پردہ غیروں سے ہے اپنوں سے کہاں پردہ ہے
محرمِ راز ہے چلمن کو ہٹا لیتے ہیں

تحیّی حیّی کی صدا اور ہے زارا قبری
مژدۂ بخششِ عصیاں کی عطا لیتے ہیں

وہ سخی ابنِ سخی رحمتِ عالم آقا
صدقے دینے ہیں مطلوبِ خدا لیتے ہیں

قبل مرنے سے ہی مر جانے کو کہتے ہیں فنا
در پہ مٹ کر ہی یہاں عمرِ بقا لیتے ہیں

شیوۂ عشاق یہی ہے بہ نیازِ الفت
خاکِ پا آپ کی آنکھوں میں لگا لیتے ہیں

نور وہ دیتے ہیں قاسم بھی ہیں مختار بھی وہ
پڑھ کے روضہ پر سلام ان کی دعا لیتے ہیں

خواجہ عزیز نظامی

لوگ جاتے ہیں مدینے کو تو کیا لیتے ہیں
اہلِ دل جا کے وہاں درسِ وفا لیتے ہیں

کیسے ممکن ہے کہ وہ لوگ ہوں عصیاں کے مریض
لا سدا طیبہ سے دوا کے شفا لیتے ہیں

بدعقیدہ ہیں وہ گستاخ جو کہتے ہیں عزیز
لوگ جاتے ہیں مدینے کو تو کیا لیتے ہیں

صوفی محمد لطیف

غوث ہوں قطب ہوں ابدال ہوں اوتاد و ولی
سب اسی نورِ مجسم سے ضیا لیتے ہیں

منکرِ حق ہے مدینے کی ضیاء کا منکر
ہیں وہ خوش بخت مدینے کی جو راہ لیتے ہیں

مجھ سے بدکار، سیاہ کار کو سرکار، لطیف
سوزشِ نارِ جہنم سے بچا لیتے ہیں

سرکار علی پوری نوّر اللہ مرقدہٗ

کا

بائیسواں سالانہ

عُرس شریف

انجمن خدام الصوفیہ کا ۷۰ واں سالانہ دینی و روحانی اجتماع

بمقام علی پور سیداں

بتاریخ ۱۰-۱۱ مئی ۱۹۷۳ء مطابق ۶-۷ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ

مطابق ۲۸-۲۹ بیساکھ بروز جمعرات - جمعہ

زیر صدارت: عالیجناب فیض مآب مولانا الحاج شمس الملت والدین گوہر معرفت صدر الافاضل حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحب سجادہ نشین علی پور منعقد ہوگا۔

المعلن

کمترین غلام غلامان حافظ نور احمد جماعتی جنرل سیکرٹری انجمن خدام الصوفیہ (پاکستان)

رجسٹرڈ ایل نمبر 7478 الور الصوفیہ قصور

لاہور آرٹ پریس ۵۱ انارکلی لاہور